شادی اور شریعت

ہدایات — تعلیمات — تجاویز

مؤلف:

مولانا محمد اکبر

زیرِ نگرانی:

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف مدنی حفظہ اللہ

زیرِ اہتمام: شعبۂ تحقیق وتالیف جامعۃ الشیخ یحییٰ المدنی، بہادر آباد، کراچی

تقریظ از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف مدنی دامت برکاتھم 9

حرف آغاز 12

نکاح کا مطلب 14

نکاح کی اہمیت 15

نکاح کے مقاصد 17

نکاح کے فوائد 20

شادی کے فضائل قرآن کریم کی روشنی میں 25

شادی کے فضائل احادیث کی روشنی میں 29

سلف کے ہاں شادی کی اہمیت 34

نکاح کا حکم 36

فرض 36

واجب 37

سنت مؤکدہ 37

مکروہ تحریمی 37

حرام 37

اسلام میں نکاح کو انجام دینے کے لیے چند اہم امور 38

ایجاب و قبول 38

دو گواہ 39

نکاح کے لیے مہر 39

مہر فاطمی کیا ہے؟ 40

مہر مقرر کرنے میں آج کل افراط و تفریط 41

آج کے زمانہ میں نکاح کے چند اہم مسائل کے جوابات 42

منگنی کی حقیقت، حیثیت، حکمت اور مقاصد 49

ہمارے زمانہ میں منگنی کی رسومات اور غیر شرعی امور 52

منگنی پر منگنی کرنا 52

انگوٹھی کی رسم 53

منگنی کی دعوت میں فضول خرچیاں 54

منگنی کی رسم میں متفرق غیر شرعی کام 55

منگنی کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سنہری بات 55

منگنی کیسے کریں؟ 56

منگنی کے شرعی مسائل کے جوابات 57

منگیتر سے بات کرنے کے شرعی خرابیاں 62

غیر مَحرم کے ساتھ تنہائی کی مُمانعت 64

احتیاط میں بھی بے احتیاطی 64

منگیتر سے میل جول کی مُعاشَرَتی خرابیاں 65

جہیز کا مطلب 68

جہیز کی شرعی حیثیت 68

جہیز کے مفاسد 69

کیازیادہ جہیز سے میاں بیوی کے درمیان محبت بڑھے گی؟ 73

جہیز کی سماجی تباہ کاریاں 75

1۔خانہ تباہی: 76

2۔ مہر کی زیادتی: 76

3۔ کثرت طلاق: 78

4۔ لڑکیوں کی نسل کشی: 78

5۔ جنسی بے راہ روی: 78

6۔ لڑکیوں کی کالا بازاری: 79

7۔ موت کی سوداگری: 79

8۔ حق وراثت سے محرومی: 80

9۔ نمود و نمائش اور تفاخر 80

10۔ اسراف و تبذیر 81

جہیز کے شرعی مسائل کے جوابات 82

تقریب نکاح کے امور 84

خطبہ مسنونہ 84

مجلسِ نکاح میں تقریر کرنا 84

میاں بیوی کو مبارکباد دینا 85

نکاح کا اعلان کرنا 86

نکاح کا وقت 86

ولیمہ کرنا 87

نکاح نامہ کی حیثیت 87

نکاح کی رجسٹریشن 87

تقریب نکاح کے متعلق اہم سوالات کے جوابات 88

نکاح کا مسنون طریقہ 91

شریعت میں ولیمہ کی حیثیت 94

دعوتِ ولیمہ کے اہم سوالات کے جوابات 97

شادی کی مختلف تقریبات میں ہونے والی جدید رسمیں اور ان کی شرعی ومعاشرتی قباحتیں 99

فنکشن کی رسم 99

کھڑے ہوکر کھانا کھانے کا رواج 101

آتش بازی کا رواج 102

مائیوں، اُبٹن اور مہندی کی رسم 103

جوتا چھپائی کی رسم 105

سرمہ لگائی رسم 106

چاول یا گندم وغیرہ پھینکنے کی رسم 107

دودھ پلائی کی رسم 108

نیوتہ کی رسم 109

شادی ہال یا شادی لان میں نکاح خوانی 113

بوفے سسٹم کی قباحتیں 114

شادی کے تمام مراحل میں مشترکہ شرعی خرابیاں اور بداخلاقیاں 116

نمود ونمائش 116

فحاشی وعریانی 117

اسراف وتبذیر 119

رزق کی توہین 120

دوسرے کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر لینا 121

دوسروں کو تکلیف دینا 122

سادگی والی شادی کے چند نمونے 122

پسند کی شادی 128

رشتہ کے انتخاب میں کن باتوں کا خیال رکھیں؟ 130

کیا بہو کے ذمہ ساس سسر کی خدمت ہے؟ 136

خاندان کے بڑوں کی ذمہ داری 137

شوہر کے حقوق 138

بیوی کے حقوق 139

اسلام میں ایک سے زائد شادی کرنے کا مسئلہ 141

سابقہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے ہاں کثرتِ ازواج 143

شریعتِ محمدیؐ میں تعدد ازواج کی حیثیت 146

تعددِ ازواج احادیث کی روشنی میں 147

خلفائے راشدین اور تعددِ ازواج 150

تعدّدِ ازواج کی حکمت 152

تنوع پسندی 154

خارجی محرکات 155

تحفظِ عصمت 156

مردانہ برتری کا تقاضا 157

کثرتِ نسل 158

تمدنی ضرورت 160

انقلابی تدبیر 161

آخری گزارش 162

تقریظ از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف مدنی دامت برکاتھم

بسم الله الرحمن الرحیم؛نحمده ونصلی علی رسوله الکریم اما بعد!

شادی انسانی زندگی میں خوشی کا ایک اہم موقع ہوتا ہے اور ایسے مواقع پر اپنے جذبات ورجحانات کو شریعت کے سانچے میں ڈھالنا ہی کمالِ بندگی ہے، اسلامی تعلیمات کے مطابق شادی صرف ایک سماجی معاملہ اور خاندانی تقریب ہی نہیں بلکہ ایک بہت بڑی عبادت ہے جس میں دین ودنیا کے بے شمار فوائد پنہاں ہیں، اگر یہ شادی شریعت کے مطابق ہو تو معاشرہ میں بے شمار خیر وبرکات کا باعث ہے، بصورت دیگر دینی ودنیاوی نقصانات کا سبب۔

ہمارے معاشرہ کا ایک المیہ شادی بیاہ میں پائے جانے والی وہ رسوم ورواج ہیں جن میں سے بعض تو صریح گناہ ہیں اور بعض اگرچہ گناہ نہیں بھی ہوتیں لیکن تب بھی متعدد خرابیوں کا ذریعہ بن جاتی ہیں، اس لیے ان کی حوصلہ افزائی ہرگز نہیں کی جاسکتی۔

عام طور پر ہمارے ہاں شادی کی تقریبات میں چند گناہ تو ہوتے ہی ہیں مثلاً وقت کا ضیاع اور اس کی پابندی کا نہ ہونا، تقریبات میں اتنی تاخیر جو نماز فجر میں غفلت اور اگلے دن کے دینی معمولات کے متاثر ہونے کا ذریعہ بنتی ہے، تقریب میں مکمل پردہ کے انتظامات کا نہ ہونا یا خواتین کا بے پردہ آنا، اسراف یعنی اپنی حیثیت سے زیادہ اور بے فائدہ خرچ کرڈالنا، ریا اور دکھاوا یعنی محض نام ونمود

اور شہرت پسندی کے جذبہ سے بے جاتصنعات اور تکلفات وغیرہ حالانکہ نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور سلف صالحین کے واقعات واضح طور پر ہمیں یہ پیغام دے رہے ہیں کہ شادی جتنی مختصر اور سادگی کے ساتھ، تکلفات اور گناہوں سے بچتے ہوئے انجام دی جائے، اسی قدر اس میں خیر وبرکت ہوتی ہے۔

ذرا سوچیے تو صحیح! بسا اوقات لاکھوں کروڑوں کے اخراجات والی شادی کے بعد بھی چند دنوں میں میاں بیوی روٹھ جاتے ہیں اور دونوں خاندانوں میں تناؤ اور کشیدگی کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، کہیں ایسا تو نہیں کہ اس ساری تقریب میں پیارے نبی ﷺ کی سنتوں کو پامال کرنے اور سب کو خوش کرنے کی فکر کرتے ہوئے صرف اپنے رب کو ناراض کرنے کا یہ وبال ہو؟

ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ ایسے موقعہ پر رشتوں میں بندھنے والے جوڑے کو اس معاملہ کی اہمیت وسنگینی اور اپنے اپنے ذمہ عائد شدہ حقوق وفرائض کا علم ہوتا ہے نہ احساس، اور اس کے نتیجے میں بسا اوقات ابتدا ہی میں یا بعد میں جا کر بے شمار مسائل اور الجھنیں پیش آتی ہیں۔

پیش نظر کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کاوش ہے جس کا مقصد شادی میں پائی جانے والی خرابیوں کا سدباب اور اس حوالہ سے شرعی تعلیمات اجاگر کرنے کی فکر بیدار کرنا ہے، کیا عجب ہے کہ کوئی مرد قلندر کمرِ ہمت کس کر میدان میں آئے اور اس کی محنت کے نتیجہ میں معاشرہ کا یہ تاریک پہلو بھی مصنوعی قمقموں کے بجائے شریعت وسنت کی حقیقی تعلیمات کی روشنی سے منور ہو۔

اخیر میں اس پر بات ختم کرتا ہوں کہ بیانات اور کتابچے تو بہت ہیں لیکن ضرورت صرف عمل کی ہے جو توفیق خداوندی کے بغیر ممکن نہیں، اللہ تعالی ہمیں عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین

والسلام

محمد یوسف مدنی

خادم جامعۃ الشیخ یحیی المدنی، بہادرآباد، کراچی

5جمادی الثانی 1441ھ

حرف آغاز

اللہ تعالی نے ہمیں جو دین عطا کیا ہے اس میں آسانی ہے، نبی کریم ﷺ نے ایک صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا کہ: دین تو آسان ہے لیکن اس میں جو سختی برتے گا، اسے یہ بچھاڑ دے گا، اس لیے تمہیں چاہیے کہ سیدھی راہ پر چلو۔

دین میں آسانی کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جن احکامات پر نفس راضی ہو ان کو بجالایا جائے اور باقی احکامات کو پس پشت ڈال دیں، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیں حسب استطاعت اعمال کا مکلف بنایا ہے، قرآن وسنت کا کوئی حکم ایسا نہیں جو انسان کے اختیار سے باہر ہو، دوسرا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ نے تو دین کو آسان بنا کر پیش کیا، اس لیے قرآن کریم نے ایک جگہ پر نبی کریم ﷺ کی بعثت کے مقاصد میں سے یہ مقصد بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وہ نبی ﷺ اُن پر سے وہ بوجھ اور گلے کے وہ طوق اتار دے گا جو ان پر لدے ہوئے ہیں۔"

لیکن ہم نے خود ہی پیروں میں رسومات کی بیڑیاں، ہاتھوں میں بدعات کی زنجیریں اور گلے میں خرافات وواہیات کے طوق پہن رکھے ہیں، آپ اپنی شادی کی تقریبات کا از اول تا آخر جائزہ لیں تو ہزاروں خلاف شریعت امور دکھائی دیں گے، جن کو ہم نے نفس کی خواہشات پر ایجاد کیا ہوا ہے

اور ان کے زیر بار ہزاروں گھروں میں غریب والدین کی جوان بیٹیاں کنواری زندگی گزار رہی ہیں۔

اس مختصر کتابچہ میں بندہ نے کوشش کی ہے کہ ہمارے معاشرہ میں شادی کی تقریبات میں جو غیر شرعی امور پائے جاتے ہیں، ان کو واضح کیا جائے، منگنی، جہیز، مہر، نکاح کے احکامات، ولیمہ، رشتہ کے انتخاب میں شرعی اصول، خاندان کے بڑوں کی ذمہ داریاں، پسند وناپسند کی شادی، زوجین کے حقوق، شادی کے جدید طریقے، ان میں ہونے والی شرعی خرابیاں، شریعت میں نکاح کی اہمیت وغیرہ امور پر مختصر اور آسان انداز میں بحث کی گئی ہے، اس حوالہ سے قرآن وسنت کا درست مزاج آپ کے سامنے لایا گیا ہے تاکہ ہم موجودہ بکھیڑوں اور خرخشوں سے نکل کر اپنی شادیوں کو قرآن وسنت کے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق انجام دے سکیں، اللہ تعالی ہماری اس چھوٹی سے کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

محمد اکبر

معاون شعبہ تحقیق وتالیف جامعۃ الشیخ، بہادر آباد، کراچی

7/1/2021ء

نکاح کا مطلب

عربی اور اردو دنوں زبانوں میں نکاح کا لفظ ہمارے معاشرہ میں رائج ہے،اردو میں نکاح کے مترادف الفاظ شادی([1])،بیاہ بھی رائج ہیں،انگریزی زبان میں اس کے لیے میرج (Marriage)کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، لفظ نکاح کا لغوی معنی "ملنا اور ضم ہو جانا" ہے یعنی لغت میں نکاح ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ ملنے کا نام ہے([2])،درخت کی شاخیں جب ایک دوسرے سے مل جائیں اور ایک دوسرے میں پیوست ہو جائیں تو اس وقت عربی زبان میں یہ جملہ بولا جاتا ہے:

تناكحت الأشجار

یعنی درختوں کا ہجوم ہو گیا یا درخت گڈ مڈ ہو گئے۔

اسی مناسبت سے مرد عورت کا آپس میں جو ازدواجی اور صنفی تعلق ہو تا ہے اس کو نکاح کہتے ہیں کیونکہ نکاح کے ذریعہ زوجین حلال طریقے سے ایک دوسرے کے ساتھ ازدواجی رشتے میں جڑ جاتے ہیں اور بسا اوقات لفظ نکاح بول کر عقدِ نکاح بھی مراد لیا جاتا ہے۔

---

(1)شادی فارسی زبان کا لفظ ہے جو "شاد" سے بنا ہے،شاد خوشی اور مسرت کے معنی میں استعمال ہو تا ہے۔

(2)ابن الهمام،محمد بن عبد الواحد،**فتح القدير**:185/3،ط دارالفكر،بيروت

فقہاء کرام کی اصطلاح میں نکاح مرد و عورت کے درمیان طے ہونے والا وہ شرعی معاہدہ ہے جس کے ذریعہ ایک دوسرے سے استمتاع (ہر طرح کا نفع اٹھانا) جائز ہو جاتا ہے بشرطیکہ نکاح سے کوئی مانع موجود نہ ہو یا ایک مرد اور عورت کے درمیان ،اسلامی قانون کی رو سے جو تعلق اور رابطہ پیدا ہو جاتا ہے ،اسے نکاح کہتے ہیں،اس تعریف کی رو سے معلوم ہوا کہ نکاح صرف مرد و عورت کے درمیان ہی ہو سکتا ہے،مخنث یا ہم جنس کے ساتھ نکاح نہیں ہو سکتا،افسوس کی بات یہ ہے کہ آج کی مغربی تہذیب نے ہم جنس کے ساتھ نکاح کی اجازت دے رکھی ہے جو سراسر قانون فطرت کے خلاف ہے،اسی طرح اگر مرد اور عورت کا آپس میں محرم ہونے کا رشتہ ہو تو بھی نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مشرک سے نکاح ہو سکتا ہے۔([3])

نکاح کی اہمیت

نکاح انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت ہے،مرد ہو یا عورت اس کی زندگی ادھوری رہتی ہے جب تک کہ وہ نکاح کے بندھن میں نہ بندھ جائے، یہ بڑا پاکیزہ اور مقدس رشتہ ہے، اللہ تعالٰی نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور انھی سے اُن کا جوڑا حضرت حوا کو بنایا، اس طرح شوہر اور بیوی کا یہ پہلا انسانی رشتہ وجود میں آیا، باقی سارے رشتے ماں باپ، بیٹا بیٹی، بھائی بہن و دیگر رشتے داریاں بعد میں وجود میں آئی ہیں۔

---

(3) الحصکفی،محمد بن عبد اللہ،**الدر المختار مع رد المختار**:3/3،ط دارالفکر،بیروت

اسلام میں نکاح کی بہت اہمیت ہے،ایک انسان کی جس طرح دیگر بہت سی ضروریات اور حاجات ہوتی ہیں،اسی طرح نکاح بھی انسان کی ایک اہم فطری وذاتی،سماجی ومعاشرتی،دینی وشرعی ضرورت ہے، انسان کے کاندھوں پر احکام و فرائض کا جو بوجھ ڈالا گیا ہے وہ اس کی اس حیثیت کی بناپر ہے کہ وہ عاقل ہونے کے ساتھ ایک متمدن اور سماجی مخلوق ہے، تمدن وسماج کا وجود خاندانوں کے وجود سے وابستہ ہے جبکہ خاندانوں کا وجود مردو عورت کے مابین بہتر و منظم اور پائیدار و مستحکم تعلق کا مرہونِ منت ہے، اس حیثیت سے غور کیجئے تو تمام احکام و فرائض اور ہر قسم کی عبادات و معاملات کی صحیح انجام دہی مرد و عورت کے صحیح تعلق پر موقوف ہے، اس طرح نکاح انسان کی فطری اور سماجی ضرورت ہونے کے ساتھ ساتھ دینی اور شرعی ضرورت بھی ہے، اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائزاور مہذب طریقے کے ساتھ پوراکرنے کی اجازت ہے اوراسلام نے نکاح کوانسانی بقا وتحفظ کے لیے ضروری بتایا ہے، اسلام نے تو نکاح کو احساسِ بندگی اور شعورِ زندگی کے لیے عبادت سے تعبیر فرمایا ہے۔

یہ ایک معمولی عمل ہے اور نہ ہی فقط جنسی تسکین کا ایک ذریعہ بلکہ عبادت ہے،اسی وجہ سے ہمارے فقہا فرماتے ہیں کہ خلوت میں زندگی گزارتے ہوئے نوافل کا اہتمام کرنے سے نکاح کرنا بہتر ہے اور یہ نکاح ایک عبادت ہے جس کا اثر براہ راست انسانی کی روحانی،اخلاقی اور معاشرتی زندگی پر پڑتا ہے،نکاح کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ نکاح تمام مذاہب میں

حلال ہے اور نبی صَلَّى ٱللَّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی زبانی اس کی ترغیب دلوائی، اسلام نے سارے انسانی معاشرہ کی بنیاد خاندان ہی پر رکھی ہے اور سسرال کو بھی خاندان ہی کا ایک جزو ٹھہرایا ہے تو اجتماعی زندگی میں خاندان کو جو اہمیت حاصل ہے وہی اہمیت عقد نکاح کو بھی حاصل ہے۔

نکاح کے مقاصد

نکاح صرف اپنی شہوانی جذبات پورا کرنے کا نام نہیں ہے کہ ایک مرد نے عورت کو پکڑا، مہر کی صورت میں اس کو کچھ رقم دے کر ہمیشہ کے لیے اس کو اپنی ملکیت میں لے آیا، عورت کو شہوانی خواہشات کی تکمیل کا آلہ کار بنایا، پوری زندگی کے لیے ایک دوسرے کے گلے پڑ گئے، بلکہ اس کے کچھ مقاصد ہیں، اگر ان مقاصد کو نظر انداز کر دیا جائے تو پھر نکاح کو نکاح کہنا مشکل ہے، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی "آسان ترجمہ" فرماتے ہیں:

"نکاح ایک دیرپا تعلق کا نام ہے، جس کا مقصد صرف جنسی خواہش پوری کرنا نہیں ہے بلکہ ایک مضبوط خاندانی نظام کا قیام ہے جس میں مرد اور عورت ایک دوسرے کے حقوق اور ذمہ داریوں کے پابند ہوتے ہیں اور اس رشتے کو عفت وعصمت کے تحفظ اور بقائے نسل انسانی کا ذریعہ بناتے ہیں، صرف شہوت نکالنے کے لئے ایک عارضی تعلق پیدا کرلینا خواہ وہ پیسے خرچ کرکے ہی کیوں نہ ہو ہرگز جائز نہیں ہے۔"(4)

---

[4] ۔ شیخ الاسلام، مولانا محمد تقی عثمانی، آسان ترجمہ: سورۃ نساء، آیت:24

اس لیے ہم ذیل میں نکاح کے اہم مقاصد بیان کرتے ہیں:

- نکاح ایک عبادت ہے اور اس کو نفلی عبادت پر فضیلت حاصل ہے، اس لیے نکاح کا اہم مقصد بندہ کے دنیا میں تشریف آوری کے اصل مقصد (عبادت) کو پورا کرنا ہے۔
- نکاح کا ایک اہم مقصد تقوی کا حصول ہے کیونکہ نکاح کے ذریعہ سے انسان اپنی شرمگاہ کی حفاظت کر پاتا ہے، اپنی آنکھوں، جذبات، خیالات کو غلط راہوں پر ڈالنے سے بچ جاتا ہے۔
- نکاح کا ایک اہم مقصد جنسی تسکین کو پورا کرنا ہے، اللہ تعالی نے ہر انسان میں فطری طور پر شہوت کا جذبہ رکھا ہے، ہر انسان میں لذت کا مادہ ہے، اللہ تعالی نے اسی جنسی تسکین کے لیے جائز طریقہ نکاح کو مشروع قرار دیا تاکہ انسان اپنی توانائی غلط جگہ استعمال کرنے سے بچے اور جائز طریقہ پر عمل پیرا ہو کر قرب الی اللہ کے درجات حاصل کرے۔
- نکاح کا ایک مقصد اولاد کا حصول ہے، جب نکاح ہو گا تو اولاد پیدا ہو گی اور اولاد پیدا ہونے سے معاشرہ اور عالم انسانیت قائم رہے گا، اگر اولاد پیدا نہ ہو تو پوری دنیا کا نظام کچھ عرصہ ہی میں ختم ہو جائے، اس لیے نبی کریم ﷺ نے ایسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے کی ترغیب دی جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔

- نکاح کا مقاصد میں سے ایک مقصد نبی کریم ﷺ کی امت میں اضافہ کرنا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ میں کل قیامت کے دن تمہاری کثرت پر فخر کروں گا اور دوسری بات یہ ہے کہ جب یہ امت مرحومہ کثیر تعداد میں ہوگی تو دشمن بھی اس سے خوف کھائے گا، ان کی عسکری تعداد بڑھ جائے گی۔
- قرآن کریم نے نکاح کا ایک مقصد راحت و سکون بھی قرار دیا ہے یعنی نکاح سے انسان کو راحت ملتی ہے، انسان فطری طور پر تنہائی کے بجائے اجتماعیت پسند ہے اور تنہائی سے بچنے کے لئے مختلف راستے اختیار کرتا ہے، اس لئے کہ زیادہ دنوں تک تنہائی کی زندگی گزارنے کا نتیجہ مختلف نفسیاتی اور ذہنی بیماریوں کی شکل میں سامنے آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انسانی فطرتوں کا خالق ہے، وہ انسانی کمزوریوں سے بخوبی واقف ہے، اس لئے اس نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو پرسکون بنانے کے لئے کسی اچھے ساتھی کا انتخاب کرے جو اس کے نشیب وفراز، خوشی وغم اور صحت وبیماری میں اس کا ساتھ دے اور ایسا ساتھی وہی ہوسکتا ہے جس کے ساتھ جینے اور مرنے کا معاہدہ ہو اور یہی نکاح کی اصل روح ہے۔

- نکاح کئی بیماریوں اور امراض سے بچاؤ کا بھی ذریعہ ہے، نکاح نہ کرنے والے مادہ منویہ روکنے کے مرض میں مبتلا ہوجاتے ہیں، کیونکہ انسان کا یہ مادہ جب کافی

عرصہ تک بند رہتا ہے تو اس کا زہریلا اثر دماغ تک چڑھ جاتا ہے، اور بسا اوقات اُنہیں مالیخولیا کا مرض لاحق ہو جاتا ہے۔

نیویارک مینٹل ہاسپٹل کے میڈیکل انچارج ڈاکٹر ہاولبرگ کہتے ہیں:

"مینٹل ہاسپٹل میں عام طور پر مریض اس تناسب سے داخل ہوتے ہیں کہ ان میں ایک شادی شدہ ہوتا ہے تو چار غیر شادی شدہ ہوتے ہیں"۔(تحفۃ العروس)

- مرد وعورت کے اخلاق وپاکیزگی کا تحفظ ہے، اسلام مرد وعورت کو مکلف بناتا ہے کہ وہ اپنے تعلق کو شرعی ضابطہ کا پابند بنائیں جو انسان کو فحش وبدکاری اور معاشرہ کو فساد وبے حیائی سے محفوظ رکھنے والا ہو ؛کیونکہ عورت اور مرد کا آزادانہ اختلاط انسانی اخلاق ہی نہیں ؛بلکہ تہذیبِ انسانی کے لئے بھی باعثِ فساد اور سمِ قاتل ہے۔

نکاح کے فوائد

امام غزالی رحمہ اللہ نکاح کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نکاح کے پانچ فائدے ہیں :

☆... اَولاد حاصل ہونا

☆... شہوت ٹوٹنا (یعنی کم ہونا)

☆... گھر کے معاملات کو چلانا

☆... خاندان میں اضافہ ہونا

☆... عورتوں (بیویوں) کے ساتھ رہنے کے ذریعے مجاہدۂ نفس کرنا۔[5]

ان پانچ فوائد کے علاوہ مزید کچھ فوائد یہ بھی ہیں:

☆... جو انسان نکاح کرتا ہے تو وہ اللہ تعالی کا حکم "فانکحوا"(یعنی نکاح کرو) پر عمل پیرا ہوتا ہے،اور انسان کا دینا میں آنے کا مقصد اللہ تعالی کے احکام کی بجاآوری ہے۔

☆... نبی کریم ﷺ نے نکاح کو اپنی سنت قرار دیا ہے،جو شخص نکاح کرتا ہے تو اسے نبی کریم ﷺ کی سنت کے اتباع کی وجہ سے دنیاوآخرت کی خیریں ملتی ہیں اور آخرت میں اس کے لیے ثواب ہے۔

☆... نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نکاح سے انسان کا ایمان مکمل ہوتا ہے تو جو انسان نکاح کرے اس کا ایمان مکمل ہوگا۔

5- ابوحامد،الغزالی،محمد بن محمد: **احیاء العلوم** ، کتاب آداب النکاح ، الباب الاول فی الترغیب الخ ، ۲ / ۳۲

☆...نکاح باہمی محبت اوراخوت کا موثر ترین ذریعہ ہے۔

☆...شادی ایک ہمہ گیر ذمہ داری ، ایک حتمی ضرورت ، ایک پدرانہ سرپرستی اور ایک مادرانہ شفقت ہے۔

☆...شادی کسبِ معاش کے لیے جدوجہد اور بےروزگاری اور بے عملی کو ترک کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔

☆... نکاح کرنے سے مجامعت اور ہم بستری سے ثواب ملتا ہے۔

☆... نکاح سے اللہ اور رسول کی رضا حاصل ہوتی ہے۔

☆... نکاح کرنے سے انسان ظاہری وباطنی گناہوں سے محفوظ رہتا ہے،خلوت وجلوت میں عفت آجاتی ہے،آنکھوں میں شرم وحیا آجاتی ہے۔

☆...شادی سے کنارہ کشی بسا اوقات انسان کو لطف و کرم اور رحم و ہمدردی سے یکسر محروم بنا دیتی ہے۔

☆...نوجوانوں کو شادی کے ذریعے مامون و محفوظ بنانا دراصل پوری امتِ مسلمہ میں عفت و طہارت اور عظمت و شرافت کی حفاظت کی ضمانت ہے۔

☆... نکاح کرنے سے اولاد اگر بچپن میں مر گئی تو روز قیامت والدین کے حق میں سفارش کرے گی۔

☆... اور اولاد صالح ہوئی تو جو بھی عمل صالح کرے گی تو والدین کو اس کا ثواب ملتا رہے گا۔

☆... معاشرے میں نکاح کرنے سے عزت ملتی ہے ،چنانچہ شادی شدہ بندہ اگر کسی گلی میں کھڑا ہو یا کسی کے گھر کے سامنے کھڑا ہو تو لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں لیکن اگر غیر شادی شدہ نوجوان گلی میں گھوم پھر رہا ہو تو لوگوں کو اس کی نیت میں فتور نظر آنے لگتا ہے اور وہ اس کو بدمعاش و آوارہ گردانتے ہیں۔

☆... نفس کی خواہش پوری ہوتی ہے، دل کو سکون ملتا ہے اور زندگی آسان ہو جاتی ہے۔

☆... بیوی کا خرچ جائز طریقے سے (نان ونفقہ) دینے پر شوہر کو ثواب ملتا ہے۔

☆... اولاد کی اچھی تعلیم وترتیب دینے پر ثواب ملتا ہے۔

☆...اولاد کے اخراجات (یعنی نان ونفقہ) دینے پر اجر وثواب ملتا ہے۔

☆... نکاح سے میاں بیوی میں محبت پیدا ہوتی ہے۔

☆... معاشرہ میں فتنہ وفساد ختم ہو جاتا ہے۔

☆... امور خانہ داری میں مدد ملتی ہے۔

☆... نگاہ کو غلط کاریوں سے حفاظت ملتی ہے۔

☆... عبادت کرنے کا ثواب بڑھ جاتا ہے۔

☆... جو اولاد ہو گی اس سے امت میں اضافہ ہو گا اور ا س پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فخر فرمائیں گے۔

☆... نکاح دنیا میں عزت اور آخرت میں نجات کا باعث ہے۔

☆... زوجین کی زندگی پُر لطف اور پُر سکون ہوتی ہے۔

☆...نکاح سے انسان کے عزائم اور حوصلوں میں بلندی آتی ہے۔

☆...نکاح صالح اولاد کا واحد ذریعہ ہے اور صالح اولاد میں دین ودنیا کے بڑے بڑے فوائد وموجود ہیں۔

☆...نکاح کرنے سے انسان کا دل ودماغ، گھر کے کاموں مثلا کھانا بنانا، جھاڑو دینا،بستر وغیرہ لپیٹنا، کپڑے دھونا، برتن دھوناوغیرہ سے فارغ ہو جاتا ہے، اکیلا ہونے کی صورت میں بسا اوقات

انسان کے لیے یہ سارے کام کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور بسا اوقات ان کاموں پر کافی وقت ضائع ہو جاتا ہے، جب گھر میں ایک نیک خاتون آجاتی ہے تو وہ یہ سارے کام سنبھال لیتی ہے۔(6)

شادی کے فضائل قرآن کریم کی روشنی میں

شادی اسلام کے ان احکامات میں سے ہے جن کو نہ صرف جائز کہا گیا بلکہ باقاعدہ اس کی ترغیب دی گئی، بعض صورتوں میں اسے سنت، بعض میں مستحب، بعض میں واجب وفرض تک کہا گیا ہے، ذیل میں ہم مختصر انداز میں قرآن وسنت سے نکاح کے فضائل ذکر کرتے ہیں جن سے اللہ تعالی اور اس کے رسول ﷺ کے ہاں نکاح کی اہمیت کھل کر سامنے آئے گی۔

- اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ (7)

ترجمہ: تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، ان کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں،

6-أبو العباس، المقدسي، أحمد بن عبد الرحمن بن قدامة، **مُخْتَصَرُ مِنْهَاجِ القَاصِدِينْ**:1/76، ط. دارالبيان ، دمشق

(7) سورة النور:32

ان کا بھی، اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا اور اللہ بہت وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ آیت اللہ تعالی کی طرف سے شادی کرنے کے حکم پر مبنی ہے،اس لیے بعض علمانے کہا کہ جو شخص شادی کرنے کی طاقت رکھتاہو تو اس پر شادی کرناواجب ہے۔(8)

ابن عطیہ اندلسی اپنی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول نقل فرماتے ہیں:

التمسوا الغنى في النكاح

ترجمہ:مالداری کو نکاح میں تلاش کرویعنی اگر مالدار بناچاہتے ہو تو نکاح کر لو کیونکہ نکاح کے بعد غنیٰ کا فائدہ اللہ تعالی نے بتایاہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایاکرتے تھے کہ:

عجبي ممن لا يطلب الغنى بالنكاح

ترجمہ:مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو نکاح کے ذریعہ مالداری حاصل نہیں کرتے اور اسے تلاش نہیں کرتے۔(9)

♥ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

---

(8) الدمشقی،ابن کثیر،إسماعيل بن عمر ، **تفسير القرآن العظيم**:48/6،ط دارالكتب العلمية،بيروت

(9) الاندلسی،ابن عطية، عبد الحق بن غالب،**المحرر الوجيز**:180/4،ط دارالكتب العلمية،بيروت

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ أَزْوَاجًا وَذُرِّيَّةً(10)

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے بھی بہت سے رسول بھیجے ہیں اور انہیں بیوی بچے بھی عطا فرمائے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ نکاح کرنا انبیاء کرام علیھم السلام کی سنت ہے، ان برگزیدہ ہستیوں کی بھی بیویاں اور اولادیں تھیں، اللہ تعالی نے اس آیت میں یہ بھی بیان فرمایا کہ ہم نے ان کو اولاد عطا کی اور بیوی واولاد والی نعمت پر احسان جتلایا، معلوم ہوا کہ اولاد بھی نعمت بھی ہے اور اولاد طلب کرنا بھی پسندیدہ فعل ہے، چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں مستقل ایک باب "باب طلب الولد" باندھا اور پھر ایک باب اس موضوع پر بھی باندھا کہ اولاد کی کثرت کی دعا کی جائے اور ساتھ اللہ تعالی سے برکت بھی مانگی جائے۔

امام قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرات ابنیاء کرام علیھم السلام کا نکاح کرنا کامل ہونے کی نشانی ہے، نکاح کرنے کی صفت ان کے حق میں کوئی عیب نہیں ہے اور نہ ہی بیوی واولاد کی وجہ سے ان کا اللہ تعالی سے کوئی تعلق ٹوٹا، اس لیے کہ جو شخص اللہ تعالی کی محبت حاصل کرلیتاہے، اللہ تعالی سے اپنا تعلق مضبوط بنالیتاہے تو پھر اس طرح کی چیزیں اس کے تعلق مع اللہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں۔(11)

---

(10) سورۃ الرعد:38

(11) القشیری، عبد الکریم بن ھوازن، **لطائف الاشارات**:2/234، ط الھیئۃ المصریۃ، مصر

♥ نکاح کی فضیلت کا اندازہ اس آیت سے لگایئے جس میں اللہ تعالی نے اپنے اولیاء یعنی دوستوں کی تعریف کی ہے اور اپنے دوستوں کی نشانی میں یہ بات بھی بیان کی ہے کہ وہ اتنے پیارے لوگ ہیں کہ مجھ سے بیوی اور اولاد کا سوال بھی کرتے ہیں:

وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ(12)

ترجمہ: اور جو (دعا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ : ہمارے پروردگار ! ہمیں اپنی بیوی بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔

♥ اللہ تعالی قرآن کریم میں حضرت موسی علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے نکاح کا مہر ادا کرنے کی خاطر آٹھ یا دس سال حضرت شعیب علیہ السلام کی بکریاں چرائیں تاکہ اجرت لے کر مہر ادا کریں:

قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنْكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَى أَنْ تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ قَالَ ذَلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ وَاللَّهُ عَلَى مَا نَقُولُ وَكِيلٌ (13)

ترجمہ: ان کے باپ نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو لڑکیوں میں سے ایک سے تمہارا نکاح کردوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال تک اجرت پر میرے پاس کام

(12) سورة الفرقان:74

(13) سورة القصص:28،27

کرو، پھر اگر تم دس سال پورے کردو تو یہ تمہارا اپنا فیصلہ ہو گا، اور میرا کوئی ارادہ نہیں ہے کہ تم پر مشقت ڈالوں، انشاء اللہ تم مجھے ان لوگوں میں سے پاؤ گے جو بھلائی کا معاملہ کرتے ہیں۔موسیٰ نے کہا : یہ بات میرے اور آپ کے درمیان طے ہوگئی۔دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کردوں، تو مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی، اور جو بات ہم کر رہے ہیں، اللہ اس کا رکھوالا ہے۔

ان آیات کے علاوہ بھی آیات ہیں جن میں سے ایک آیت میں نکاح کو اللہ تعالی کی نشانی،دوسری میں تقوی حاصل کرنے کا ذریعہ، تیسری میں اللہ تعالی کی نعمت فرمایا ہے،ان سب آیات کی تفصیل بیان کرنے سے بات لمبی ہو جائے گی۔

شادی کے فضائل احادیث کی روشنی میں

ذیل میں ہم کچھ احادیث صرف ترجمہ کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

- حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے،ہم جوان تھے لیکن نکاح کرنے کے لیے ہمارے پاس کچھ نہیں تھا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا:اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نکاح کی طاقت رکھے وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ نکاح ، نگاہ کو جُھکانے والا اور شرم

گاہ کا محافظ ہے اور جو نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو ،اُسے چاہیئے کہ روزے رکھے کہ روزے اس کے لیے ڈھال ہیں۔(14)

- وجہ کائنات جناب نبی کریم ﷺ نے خود بھی شادی کی اور اپنی بیٹیوں کی شادی بھی کرائی، تین صحابہ کرام رضي اللہ تعالی عنہم کے قصہ میں بھی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارہ میں پوچھنے کے لیے گھر آئے تو انہیں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے بارہ میں بتایا گیا تو انہوں نے اپنی عبادت کو کم سمجھا ،اس قصہ میں ہے کہ ایک صحابی کہنے لگا :

میں عورتوں سے علیحدگي اختیار کرتے ہوئے کبھی بھی شادی نہیں کرونگا۔

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اورباقی دونوں صحابیوں پر رد کرتے ہوئے کہا :

کہ میں توروزہ بھی رکھتے ہوں اورافطار بھی کرتے ہوں ،نماز پڑھتے ہیں اور سوتے بھی ہوں اورعورتوں سے شادی بھی کی ہے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

(14)- اخرجه البخارى والمسلم واصحاب السنن واحمد

توجو شخص بھی میری سنت اور طریقہ سے بے رغبتی کرتے ہوئے دور ہٹے گا وہ مجھ میں سے نہیں۔([15])

- حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو تبتل (یعنی نکاح ترک کرنے) کی اجازت دی ہوتی تو ہم ضرور اپنے آپ کو خصی کرتے۔([16])
- حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"چار چیزیں تمام نبیوں کی سنت ہیں: نکاح کرنا، مسواک کرنا، حیا کرنا اور خوشبو کا استعمال کرنا([17])

ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ چاروں چیزیں حضرات انبیاء کرام علیھم السلام کی قولی اور فعلی سنتیں ہیں، یعنی خود ان برگزیدہ ہستیوں نے بھی یہ کام کیے اور آگے اپنی امتوں کو ان کی ترغیب بھی دی، اس میں اکثر

---

(15) البخاری،ابوعبدالله ،محمد بن اسمٰعیل،**صحيح البخاری**:1949/5، رقم الحديث:4776،ط دارابن كثير،بيروت

(16) البخاری،ابوعبدالله ،محمد بن اسمٰعیل،**صحيح البخاری**:1952/5، رقم الحديث:4786،ط دارابن كثير،بيروت

(17) الترمذی،ابوعيسى،محمد بن عيسى،**سنن الترمذی**:383/3،رقم الحديث:1080،ط شركة مكتبة ومطبعة مصطفى الحلبي - مصر

ابنیاء علیہم السلام کے بارے میں بات کی گئی ہے ورنہ حضرت عیسی علیہ السلام نے شادی نہیں کی۔

- سعید بن ابی ہلال فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

نکاح کرکے اَولاد کی کثرت کرو کہ میں قیامت کے دن تمہارے سبب دوسری اُمّتوں پر فخر کروں گا۔([18])

- حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

جس نے نکاح کیا ،بے شک اس نے اپنا آدھا دین بچا لیا ،اب باقی آدھے میں اللہ تعالی سے ڈرے۔([19])

- حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

دو محبت کرنے والوں کیلئے نکاح سے بہتر کوئی اور تعلّق نہیں دیکھا گیا۔([20])

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

---

(18) أبو بکر، الصنعاني ،عبد الرزاق بن همام ،**مصنف عبد الرزاق**:173/6،رقم الحديث:10391،ط المکتب الاسلامی ،بیروت

(19) الطبرانی،ابوالقاسم،سليمان بن احمد،**المعجم الاوسط**:335/8، رقم الحديث:8794،ط دارالحرمین،القاہرۃ

(20)- القزوینی،ابن ماجه،محمد بن يزيد،**سنن ابن ماجه**:593/1،رقم الحديث:1847،ط دارالفکر،بیروت

شادی شُدہ کی دو رکعتیں غیر شادی شُدہ شخص کی ستّر رکعتوں سے اور ایک رِوایت کے مطابق بیاسی رکعتوں سے بہتر ہیں۔ (21)

اِس آخری حدیثِ پاک میں شادی شدہ کیلئے نماز کے معاملے میں جو فضیلت ذکر کی گئی ہے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے علامہ عبدالرؤف مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں : غالباً اِس کی وجہ یہ ہے کہ غیر شادی شُدہ کے مقابلے میں شادی شُدہ آدمی کے حواس قابو میں رہتے ہیں ، حوصلے مضبوط ہوتے ہیں اور اُسے خُشُوع و خُضُوع زیادہ حاصل ہوتا ہے جو کہ عبادت کی رُوح ہے۔(22)

ان روایات کے علاوہ بہت ساری ایسی روایات بھی ہیں جن کے ضعیف ہونے کے باوجود ان سے استدلال کیا جاسکتا ہے لیکن طوالت کے خوف سے ان کو چھوڑ دیا گیا اور کوشش کی گئی ہے کہ اکثر صحیح یا حسن درجہ کی احادیث ذکر کی جائیں۔

---

(21)-السیوطی،جلال الدین،عبد الرحمن بن ابی بکر،**الجامع الصغیر**:713/1،رقم الحدیث:7130،ط دارالمکتب الاسلامی،بیروت

(22) المناوی،عبدالرؤوف،**فیض القدیر**:157/4،رقم الحدیث:4867،ط المکتبة التجاریة الکبری ، مصر

سلف کے ہاں شادی کی اہمیت

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور سلف صالحین نے بھی نکاح کا نہ صرف معمول رکھا ،بلکہ اس کی برابر ترغیب دلاتے رہے:

☆۔۔۔حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ تم نے شادی کی؟ میں نے جواب دیا نہیں انہوں نے کہا:

"تزوج فان خير هذه الإمة كان اكثرهم نساء يعنى النبي صلى الله عليه وسلم"

شادی کرو، کیوں کہ اس امت کے سب سے بہتر فرد بیویوں کے اعتبار سے سب سے زیادہ تھے، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت شادیاں کیں۔[23]

☆۔۔۔ احیاء العلوم میں حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے:

"نکاح سے مانع دو چیزیں ہے ،ایک عاجزی ،دوسرا فسق وفجور"۔

---

(23)- الشيبانى،ابوعبدالله،احمد بن محمد بن حنبل،**مسند الامام احمد** :67/4،رقم الحديث:2179،ط مؤسسة الرسالة

☆---حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے کہ "حاجی کا حج اس وقت تک پورا نہ ہو گا جب تک کہ وہ شادی نہ کرے۔" (یعنی غیر شادی شدہ شخص فراغت قلب کے ساتھ ارکان حج ادا نہیں کرسکتا)۔

☆---حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے "اگر میری عمر کے کل دس دن ہی رہ جائیں تو بھی میری خواہش ہو گی کہ میں نکاح کر لوں، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے "بلازوجہ (بغیر بیوی)" ہونے کی حالت میں پیش نہ ہوں۔

☆---حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں طاعون کی وبا میں انتقال فرما گئیں، آپ خود بھی طاعون میں مبتلا تھے، مگر پھر بھی آپ نے لوگوں سے کہا" میری شای کرا دو، کیوں کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے " بے بیوی والا" ہونے کی صورت میں ملاقات کروں۔

☆---حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت نکاح کرنے والے تھے اور فرماتے تھے کہ " میں صرف اولاد طلب کرنے کے لیے نکاح کرتا ہوں۔"(24)

☆---وھب بن منبہ جو تابعین میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ:

---

(24)- الغزالی، ابوحامد، محمد بن محمد، **إحياء علوم الدين**:23/2، ط دارالمعرفة، بيروت

اس شخص کی مثال جو شادی شدہ نہیں ہے،اُس درخت کی طرح ہے جو کسی میدان میں کھڑا ہے،ہوائیں اس کارخ جدھر چاہیں کر دیتی ہیں۔[25]

☆۔۔۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تم نے شادی کی ہے؟اس نے کہا نہیں،حضرت عمر نے فرمایا:پھر یا تو،تو احمق ہے اور یا فاجر و فاسق۔[26]

نکاح کا حکم

فقہا کرام نے حالات کے اعتبار سے نکاح کرنے اور نہ کرنے کے احکام بیان کیے ہیں، جو درج ذیل ہیں:

فرض

اگر شہوت بہت زیادہ ہو حتی کہ نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ کر لینے کا یقین ہو،مہر اور نان ونفقہ ادا کر سکتا ہو،نیز بیوی پر ظلم و ستم کرنے کا خوف نہ ہو،تو ایسی صورت میں نکاح کر لینا فرض ہے۔

---

(25) الصنعانی،ابوبکر،عبد الرزاق بن همام،**مصنف عبد الرزاق**:171/6،رقم :10386،ط دارالمکتب الاسلامی،بیروت

(26) الصنعانی،ابوبکر،عبد الرزاق بن همام،**مصنف عبد الرزاق**:170/6،رقم :10383،ط دارالمکتب الاسلامی،بیروت

واجب

نکاح کرنے کا تقاضہ ہو، نکاح نہ کرنے کی صورت میں گناہ میں پڑنے کااندیشہ ہو، مہر اورنان ونفقہ اداکرسکتاہونیز بیوی پر ظلم وستم کرنے کاخوف نہ ہو، توایسی صورت میں نکاح کرلینا واجب ہے۔

سنت مؤکدہ

عام حالات میں یعنی مالی اور جسمانی حالت اچھی ہو،بیوی کے حقوق کو اداکرسکتاہو،بیوی پر ظلم وستم کرنے کاخوف نہ ہو تو نکاح کرنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

مکروہ تحریمی

اگر نکاح کرنے کے بعدبیوی کے مالی یاصنفی حقوق ادانہ کرنے کااندیشہ ہو تو نکاح کرنامکروہ تحریمی ہے۔

حرام

اگر نکاح کرنے کے بعدبیوی کے مالی یاصنفی حقوق ادانہ کرنے کا؛یا عورت پر ظلم کرنے کایقین ہو؛یانکاح کرنے کا مقصد بیوی پر ظلم کرناہو تو پھر نکاح کرنا حرام ہے۔[27]

---

(27) الحصکفی،محمد بن عبد الله،**الدرالمختارمع رد المختار**:4/3،ط دارالفکر،بیروت

اسلام میں نکاح کو انجام دینے کے لیے چند اہم امور

نکاح چونکہ حرام کو حلال کرتا ہے،اس لیے ضروری ہے کہ اس کی شرائط اور ارکان کو ذکر کیا جائے،بسا اوقات ان ارکان وشرائط کا لحاظ نہ کرنے کی وجہ سے نکاح منعقد ہی نہیں ہو پاتا جس کی وجہ سے ظاہراً میاں بیوی ساری زندگی بدکاری کرتے رہتے ہیں اور ان کو اس مسئلہ کا علم بھی نہیں ہوتا۔

ایجاب وقبول

نکاح کے لیے لازم ہے کہ طرفین یعنی مرد اور عورت نکاح کرنے پر راضی ہوں اور دونوں ایک ہی محفل میں ایجاب و قبول کریں ۔(ایجاب کا مطلب پیغام دینا اور پیش کش کرنا ہے، خواہ لڑکے کی طرف سے ہو یا لڑکی کی طرف سے اور دوسرے کی طرف سے منظور کر لینے کو قبول کہا جاتا ہے۔)([28])،اسلام میں مرد وعورت کی رضامندی کے بغیر نکاح نہیں قرار پاسکتا،اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لاَيَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا([29])

ترجمہ: اے ایمان والو تم کو حلال نہیں کیا کہ زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ۔

---

(28) الکاسانی،علاء الدین،ابوبکر بن سعود،**بدائع الصنائع**:232/2،ط دارالکتب العلمیۃ،بیروت

(29) النساء:19

لفظ کرہا کا اطلاق بہت سے معنوں میں ہوتا ہے مثلاً زور زبردستی جبر دباؤ وغیرہ۔اسی طرح کسی مرد کا نکاح کسی عورت سے اس کی مرضی و اجازت کے بغیر نہیں ہوسکتا چونکہ عموماً عورت باختیار نہیں ہوتی ہے۔اس لئے عورت کی اجازت و مرضی کا ذکر وضاحت سے کردیاگیا ہے اوراس سے بتانا مقصود ہے کہ اسلام نے نکاح میں عورت کو رضامندی پسند ناپسند کا پورا حق دیا ہے۔

دو گواہ

نکاح کے صحیح ہونے کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ کم ازکم دومردوں یاایک مرد اور دوعورتوں کے موجودگی میں کیا جائے اور یہ گواہ مردوعورت یا ان کے مقررہ کردہ وکیل کے الفاظ بھی سنیں،دوسری بات یہ ہے کہ اگر کسی نکاح کی گواہ صرف عورتیں ہیں چاہے وہ بیس کیوں نہ ہوں پھر بھی نکاح منعقد نہیں ہوگا،ایک مرد کا ہوناضروری ہے،پھر گواہوں کا مسلمان اور عاقل بالغ ہوناضروی ہے۔

نکاح کے لیے مہر

نکاح کے لیے حق مہر بھی لازمی ہے،اگرکسی نے عقد کے وقت مقرر نہ بھی کیاتو بھی مہر خودبخود لازمی ہوجائے گا،یہاں تک کہ اگر کوئی نکاح کے وقت صراحۃً کہے کہ میں مہر نہیں دوں گاتب بھی مہر دیناپڑے گا۔

مہر کی مقدار کم از کم دس درہم یعنی تیس گرام چھ سو اٹھارہ ملی گرام چاندی یااس کی مالیت کاہوناضروری ہے،اس سے کم مالیت میں اگر نکاح کیاجائے مثلاپانچ سوروپے میں یاصرف ۷۸٦ روپئے میں تو نکاح تو منعقد ہوجائے گا؛مگر دس درہم کی مقدار کاادا کرناواجب ہو گا؛تاہم متوسط طبقے کے لوگوں کے لیے مہر فاطمی یعنی ایک کلوپانچ سو تیس گرام نوسوملی گرام چاندی متعین کرنامستحب ہے،نکاح کے فوراً بعدمہر اداکردینابہتر ہے،اس کو موٴخر کرنامناسب نہیں،علماء کرام کامشورہ ہے کہ اس زمانہ میں سونے یاچاندی میں مہر متعین کرنالڑکی کے حق میں مناسب ہے؛اس لیے کہ افراط زر کے اس زمانہ میں سالوں گزرنے کے باوجود اس کی مالی حیثیت میں کمی واقع نہیں ہوتی ہے،دوسرے یہ کہ یہ سنت سے زیادہ قریب ہے؛ کیوں کہ دورِنبوی میں عموماًسونے وچاندی سے مہر طے ہوتا تھا۔([30])

مہر فاطمی کیا ہے؟

مہر کی زیادہ سے زیادہ شرعاً کوئی مقدار متعین نہیں ہے، زوجین کی باہمی رضامندی سے کچھ بھی مقرر کیا جاسکتا ہے، البتہ بہت زیادہ مہر رکھنے کو شریعت نے پسند نہیں کیا۔

---

(30) نکاح–اصول وضوابط از قاضی محمد فیاض عالم قاسمی

مہر فاطمی کی مقدار احادیث میں ساڑھے بارہ اوقیہ منقول ہے اور ایک اوقیہ چالیس درھم کا ہوتا ہے تو اس حساب سے مہر فاطمی پانچ سو درھم بنتے ہیں۔ موجودہ دور کے حساب سے اس کی مقدار ایک سو اکتیس تولہ تین ماشہ چاندی ہے۔ اور گرام کے حساب سے 1.5309 کلو گرام چاندی ہے۔

اور کم از کم مہر کی مقدار دس درھم ہے۔ چاندی کے حساب سے اس کی مقدار بحساب گرام 30.618 گرام چاندی اور تولہ کے حساب سے 31.5 ماشہ چاندی بنتی ہے۔

مہر مقرر کرنے میں آج کل افراط و تفریط

مہر مقرر کرنے میں آج کل عام برادریوں میں بڑی افراط و تفریط پائی جاتی ہے، بعض لوگ اتنی بڑی بڑی رقمیں مقرر کر دیتے ہیں جن کی ادائیگی کا تصور بھی شوہر نہیں کر سکتا، احادیثِ صحیحہ میں اس کی ممانعت آئی ہے، اس سے بچنا چاہیے،

اس کے مقابلہ میں بعض لوگ مہرِ فاطمی کو ضروری قرار دیتے ہیں اور اس پر اصرار کرتے ہیں اور اسی کو مہرِ شرعی سمجھتے ہیں، حالانکہ شریعت نے مہر کا کوئی آخری درجہ مقرر نہیں کیا ہے۔ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مہرِ فاطمی سے زیادہ مہر مقرر کرنا ثابت ہے، اس لیے یہاں اس بات کو خوب یاد رکھنا چاہیے کہ جس طرح بہت زیادہ مہر مقرر کرنا برا ہے، اسی طرح لڑکی کا مہر اس کے مہرِ مثل یعنی خاندان کی لڑکیوں سے کم کرنا بھی لڑکی پر ظلم اور اس کی حق تلفی ہے، جس کا اختیار لڑکی کے اولیا

کو نہیں ہے،البتہ لڑکی اور اولیا سب مہرِ فاطمی مقرر کرنے اور اپنا حق کم کرنے پر دل سے راضی ہو جائیں تو مضایقہ نہیں، لیکن اس معاملہ میں لڑکی کا حیا و شرم کی وجہ سے خاموش ہونا رضا مندی کے لیے کافی نہیں، اس کی دلی منشا کو کسی طرح معلوم کرنا ضروری ہے، مثلاً: اس کی بے تکلف سہیلیوں یا اورکوئی جس سے وہ بے تکلف اپنے دل کی بات کا اظہار کر دے، اس کے ذریعہ معلوم کرنا ضروری ہے۔

آج کے زمانہ میں نکاح کے چند اہم مسائل کے جوابات

☆۔۔۔ٹیلیفون، موبائل، وہاٹس ایپ، فیس بک میں چیٹنگ کے ذریعہ ہویاآیڈیو کانفرنس ہویا ویڈیو کانفرنس ہو نکاح کسی بھی صورت میں منعقد نہیں ہو گا؛کیوں کہ دونوں کی مجلس ایک نہیں ہے؛البتہ اگر ان ذرائع کو استعمال کرتے ہوئے کسی کو وکیل بنادیاجائے اوروہ وکیل اپنے مؤکل کی طرف سے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب یاقبول کرے تو پھر نکاح منعقد ہوجائے گا۔

☆۔۔۔کورٹ میں نکاح کرنے کی صورت میں اگر ایجاب وقبول کی ساری شرطیں موجود ہوں تو نکاح منعقد ہو گا، ورنہ نکاح نہیں ہو گا۔مثلاً اگر متعلقہ افسر کے سامنے صرف کاغذپر دستخط کردیا،زبان سے ایجاب وقبول نہیں کیا۔یادونوں گواہ مسلمان نہیں تھے یاصرف عورتیں گواہ تھیں،تو نکاح منعقد نہیں ہو گا۔

☆۔۔۔ والدین اور معاشرے سے چھپ کر نکاح کرنا شرعًا، عرفًا اور اخلاقًا پسندیدہ عمل نہیں ہے، تاہم اگر مجلسِ نکاح میں لڑکا لڑکی اور شرعی گواہ موجود ہوں تو نکاح شرعاً منعقد ہو جائے گا، البتہ اگر لڑکا لڑکی کا کفو (کفو کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا دین، دیانت، نسب، مال و پیشہ اور تعلیم میں لڑکی کے ہم پلہ ہو، اس سے کم نہ ہو، نیز کفاءت میں مرد کی جانب کا اعتبار ہے یعنی لڑکے کا لڑکی کے ہم پلہ اور برابر ہونا ضروری ہے، لڑکی کا لڑکے کے برابر ہونا ضروری نہیں ہے۔)نہ ہو تو لڑکی کے والد کو اس نکاح کا علم ہونے کے بعد عدالت سے رجوع کرکے نکاح ختم کرنے کا حق ہے، لیکن اگر لڑکی کے والد نے باقاعدہ نکاح کی اجازت دے دی ہو تو ان کی رضامندی پائے جانے کے بعد یہ اختیار ختم ہوجائے گا،اس کے بعد دوبارہ نکاح کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔

☆۔۔۔جو شخص عاقل بالغ ہو اور اسے جس کام کا وکیل بنایا جائے اس کا اہل ہو تو اسے وکیل بنانا جائز ہے؛ لہذا اگر دلہن کا بھائی عاقل، بالغ ہو تو اسے دلہن کی طرف سے وکیل بنانا نہ صرف جائز ہے، بلکہ کسی نامحرم کو وکیل بنانے سے بہتر ہے۔

☆۔۔۔بالغ لڑکی اگر ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرلے تو شرعًا وہ نکاح منعقد ہوجاتا ہے، البتہ رشتہ برابری کا نہ ہونے یا مہر، مہر مثل سے کم ہونے کی صورت میں ولی کو اعتراض کا حق ہوتا ہے اور وہ اولاد پیدا ہونے سے پہلے کورٹ کے ذریعہ نکاح ختم کراسکتا ہے،نیز یہ بھی واضح رہے کہ لڑکی کا ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرنا شرعًا و اخلاقًا معیوب

اور انتہائی نامناسب فعل ہے، پھر اگر خفیہ طور پر یا بھاگ کر ہو تو اس کی قباحت اور زیادہ ہے، اور تجربہ اس بات پر شاہد ہے کہ اکثر و بیشتر ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنے کی صورت میں لڑکی کو سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

☆۔۔۔نکاح کے منعقد ہونے کے لیے مجلس میں سے دو گواہوں کی تعیین ضروری نہیں ہے، بلکہ مجلس نکاح میں موجود لوگ جو ایجاب و قبول کو سن لیں خود بخود نکاح کے گواہ بن جائیں گے، دو گواہوں کی تعیین عام طور سے نکاح نامہ میں ناموں کے اندراج اور ضرورت پڑنے پر گواہی دینے کے لیے کی جاتی ہے۔

☆۔۔۔باقاعدہ نکاح ہوجانے کے بعد اپنی منکوحہ سے ملنا، اس سے باتیں کرنا شرعاً جائز ہے، اس کے لیے کسی دن وقت یا دورانیہ کی قید نہیں ہے، البتہ باقاعدہ رخصتی سے پہلے تنہائی میں ملنا یا باتیں کرنا بعض خاندانوں میں معیوب سمجھاجاتاہے، اس لیے اپنے خاندان و گھرانہ کے عرف کو سامنے رکھا جائے، بسااوقات یہ بڑے فساد کاذریعہ بن جاتاہے۔اور کوئی شرعی مانع نہ ہو تو حتی الامکان جلد رخصتی کا اہتمام کیا جائے۔

☆۔۔۔نکاح کے بعد رخصتی میں تاخیر سے نکاح نہیں ٹوٹتا۔

☆---دلہن سے نکاح کی اجازت لیتے وقت وکیل کے ساتھ گواہوں کا موجود ہونا صحتِ نکاح کے لیے شرعاً ضروری نہیں، البتہ مستحب ہے؛ تاکہ بوقتِ ضرورت وکالت کے ثبوت و صحت کی گواہی دے سکیں۔

☆---شرعی طور پر شبِ زفاف کے لیے الگ سے کوئی نماز مقرر نہیں ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ دلہا دو رکعت صلاۃ الحاجت کی نیت سے پڑھ کر خیر و برکت، موافقت و محبت، رشتہ کے بقا و دوام اور نیک اولاد کے حصول کی دعا کرے۔نیز اس رات نوافل پڑھنے کا شرعاً کوئی طریقہ مخصوص نہیں۔

☆---لڑکی کے اولیاءنیک اور دین دار ہوں اور لڑکا فاسق ہو اور لڑکی اس لڑکے سے نکاح کرنے پر راضی ہو تو شرعاًایسے لڑکے اور لڑکی کے نکاح کے متعلق تفصیل یہ ہے:

☆---اگر لڑکی دین دار ہو اور لڑکی اور اس کے اولیا فاسق سے لڑکی کے نکاح پر راضی ہوں تو یہ نکاح جائز ہے۔

☆---اگر لڑکی دین دار ہو اور لڑکی کے دین دار اولیاء لڑکی کے نکاح پر راضی نہ ہوں تو ان کی اجازت اور رضامندی کے بغیر لڑکی کے لیے یہ نکاح کرنا جائز نہیں ہے، اور نکاح ہو جانے کی صورت میں اولاد ہونے سے پہلے پہلے اولیاء دونوں میں تفریق کرانے کے حق دار ہوں گے۔

☆۔۔۔اگر لڑکی بھی لڑکے کی طرح فاسق ہو تو ایسے لڑکے اور لڑکی کا نکاح جائز ہے اور لڑکی کے اولیا کو دونوں میں تفریق کرانے کا حق نہیں ہو گا۔

☆۔۔۔شرعاً نکاح کے انعقاد کے لیے صرف دو گواہ ضروری ہیں، خواہ وہ لڑکے کے رشتہ دار ہوں یا لڑکی کے، یا کسی کے بھی رشتہ دار نہ ہوں۔

☆۔۔۔ماہواری کے دوران عورت نکاح کرسکتی ہے، تاہم اگر رخصتی ہو جائے تو ہمبستری کرنا صحیح نہیں ہو گا۔

☆۔۔۔واضح رہے کہ جو شخص ضروریاتِ دین میں سے کسی چیز کا منکر ہو تو ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے اور اس کے ساتھ کسی مسلمان کا نکاح ہرگز جائز نہیں، اگر کسی نے کرلیا تو ایسا نکاح شرعاً منعقد ہی نہیں ہو گا۔ البتہ جو شخص عقائدِ منصوصہ کا منکر نہ ہو صرف بدعات و رسومات کے بندھن سے جڑا ہو، کلمہ گو ہو ، اس سے نکاح اگرچہ جائز ہے تاہم مناسب نہیں۔

☆۔۔۔اگر کوئی شیعہ قرآن مجید میں تحریف، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خدا ہونے، یا جبرئیل امین سے وحی پہنچانے میں غلطی کا عقیدہ رکھتا ہو، یا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا انکار کرتا ہو یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگاتا ہو، یا بارہ اماموں کی امامت من جانب اللہ مان کر ان کو معصوم مانتا ہو یا اللہ تعالیٰ کے بارے

میں " بدا" کا عقیدہ رکھتا ہو (یعنی - نعوذ باللہ - کبھی اللہ تعالیٰ سے بھی فیصلے میں خطا ہو جاتی ہے) تو ایسا شیعہ اسلام کے بنیادی عقائد کی مخالفت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہو گا، اور ایسے شیعہ کے ساتھ مسلمان کا نکاح جائز نہیں ہو گا، خواہ وہ شیعہ لڑکی ہو اور مسلمان لڑکا اس سے نکاح کرے۔

☆---نکاح کے لیے گواہ بننا شرعی شہادت ہے اور شرعی شہادت پر اجرت لینا ناجائز ہے، البتہ اگر اجرت لے کر دو مسلمان نکاح کے انعقاد میں گواہ بن جائیں تو نکاح منعقد ہو جائے گا۔

☆---نکاح کے فوراً بعد رخصتی کر دینا بھی درست ہے اور کسی معقول عذر کی بنا پر نکاح کرنے کے بعد پھر کچھ تاخیر سے رخصتی کرنا بھی جائز ہے، البتہ آج کے زمانے اور احوال کے لحاظ سے جلد رخصتی کرنا بہتر ہے۔

☆---دلہن کو اپنے گھر رخصت کر کے لانے سے پہلے نکاح کرنا اچھا ہے، تاہم دولہے کے گھر پر بھی نکاح ہو سکتا ہے۔ نیز ایک ہی دن میں نکاح پھر رخصتی میں کوئی شرعی قباحت نہیں۔

☆---جب کسی جگہ نکاح کرنے کا پختہ ارادہ ہو تو نکاح سے پہلے لڑکا لڑکی کا ایک دوسرے کو ایک مرتبہ براہ راست دیکھ لینا بہتر ہے، حدیث شریف میں اس دیکھنے کو

شادی کے بعد محبت کا سبب بتایا گیا ہے۔لیکن یہ دیکھنا شرعاً ضروری نہیں، صرف گھر کی خواتین دیکھ لیں تو یہ بھی کافی ہے۔البتہ تصویر کی شرعاً نہ تو کوئی حیثیت ہے اور نہ ہی اجازت۔

☆۔۔۔شریعت میں نکاح سے لڑکا اور لڑکی دونوں ایک دوسرے کے لیے جائز ہوتے ہیں اور میاں بیوی بنتے ہیں، نکاح سے پہلے دونوں ایک دوسرے کے حق میں مکمل طور پر اجنبی رہتے ہیں اگرچہ دونوں کا رشتہ طے ہوگیا ہو؛ کیوں کہ رشتہ طے ہوجانا محض پختہ وعدہ اور ارادے کا درجہ رکھتا ہے، نکاح کا درجہ نہیں رکھتا ؛ لہٰذاآج کل جو منگیتر سے آمنے سامنے، فون پر یا ایس ایم ایس کے ذریعے رابطے کا رواج ہے، یہ بالکل غلط اور خلاف شرع ہے ، دیگر اجنبیہ عورتوں اور لڑکیوں کی طرح منگیتر سے بھی اندیشہ فتنہ کی وجہ یہ سب روابط رکھنا شرعاً ناجائز ہے۔اور اگر کوئی شخص اپنی منگیتر سے فون وغیرہ پر میاں بیوی والی باتیں کرتا ہے تو یہ قطعاً حرام وناجائز ہوگا۔

☆۔۔۔اگرلڑکا اور لڑکی کے درمیان محرمیت کا رشتہ نہ ہو اور جواز نکاح سے مانع کوئی اور امر بھی موجود نہ ہو تو ان دونوں کا نکاح جائز ہے،اگرچہ روزمرہ کی زندگی میں وہ ایک دوسرے کوبہن بھائی کہہ کرپکارتے ہوں۔

☆---شرعاً نکاح کے سلسلے میں عمر کی کچھ تحدید نہیں ہے ؛ البتہ فقہا نے یہ ذکر کیا ہے کہ نکاح کے وقت بہتر ہے کہ لڑکی کی عمر لڑکے سے کم ہو۔(31)

☆---سب مہینوں میں نکاح جائز ہے۔

☆---عصر اور مغرب کے درمیان نکاح کرنا غیر اولی نہیں ہے۔

☆---سہرا باندھ کر نکاح ہو جاتا ہے، تاہم گریز کیا جائے تو اچھا ہے۔

☆---نکاح کے وقت کلمہ پڑھنا احادیث، صحابہ اور ائمہ مجتھدین سے منقول نہیں ہے، البتہ اگر کسی دولہا یا دلہن کے بارے میں علم ہو کہ اس کے عقائد اچھے نہیں ہیں، خلاف شرع ہیں تو جس کے عقائد خلاف شرع ہوں اس کے تجدید ایمان کے لیے کلمہ پڑھانا ضروری ہے، ہر جگہ اس کا التزام کرنا غلط ہے۔(32)

منگنی کی حقیقت، حیثیت، حکمت اور مقاصد

نکاح کے اہم امور میں سے ایک اہم کام منگنی ہے، یہ ہندی لفظ ہے اور عربی میں اسے "خِطبة" کہا جاتا ہے جب کہ اردو میں پیغامِ نکاح دینے کا نام منگنی ہے اور یہ پیغام نکاح سے پہلے دیا جاتا ہے۔

---

(31) دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن کراچی اور دار الافتاء دار العلوم دیوبند

(32) مولانا محمد رفعت قاسمی، **مسائل رفعت قاسمی**:ج3، ص107 تا 109، ط حامد کتب خانہ، کراچی

منگنی کا ثبوت قرآن کریم کی اس آیت کریمہ سے ہے:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ

ترجمہ: ۔اور اگر تم ان عورتوں کو اشارے کنارئے میں نکاح کا پیغام دو تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔(33)

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ جناب نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پیغامِ نکاح دیا تھا اور ان سے منگنی کی تھی۔(34)

منگنی کی حقیقت یہ ہے کہ یہ نکاح کا وعدہ ہے یعنی لڑکے اور لڑکی کے والدین ایک دوسرے سے اپنے بچّوں کی شادی کا جو مُعاہدہ کرتے ہیں مثلاً لڑکے کے والدین کہتے ہیں کہ آج سے آپ کی بیٹی ہماری ہوئی یا لڑکی کے والدین کہتے ہیں کہ آج سے آپ کا بیٹا ہمارا ہوا وغیرہ تو یہ جو وعدۂ نکاح یا بات پکّی کرنا ہے یہی درحقیقت منگنی ہے اور اس حد تک شَرعی طور پر اِس میں کوئی حرج نہیں اور یہ بالکل جائز ہے ، اگر رَسمِ منگنی کے بغیر ہی والدین اپنے بچّوں کی شادی کرنا چاہیں تو اس میں شَرعی طور پر قطعاً کوئی حرج نہیں اور اگر شَرعی تقاضوں کا پاس رکھتے ہوئے پہلے منگنی کریں تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں

---

(33) سورة البقرة:235

(34) البخارى،ابو عبدالله،محمد بن اسمٰعيل،**صحيح البخارى**:1954/5، رقم الحديث:4793، ط دار ابن كثير،بيروت

بشرطیکہ اس منگنی میں تمام تر خِلافِ شرع کاموں اور فضول خرچوں سے بالکل گُریز کیا جائے۔

اور اس کی شرعی حیثیت "وعدہ نکاح" کی ہے یعنی منگنی کے ذریعہ سے مستقبل میں نکاح کا وعدہ کیا جاتا ہے(35) اور وعدہ کے بارے میں شریعت کا حکم یہ ہے کہ اسے پورا کرنا دیانۃً واجب ہے، بغیر کسی عذر کے اس کی خلاف ورزی جائز نہیں، منگنی کا مقصد مستقبل میں ہونے والے نکاح کے عقد کو پختہ کرنا ہوتا ہے۔

کبھی کبھار اس مجلس میں نکاح کے لیے ابتدائی اور ضروری امور مثلاً: مہر وغیرہ بھی طے کر لیے جاتے ہیں، اگر اسی منگنی والی مجلس میں شرعی گواہوں کی موجودگی میں نکاح بھی کر لیا گیا تو اب یہ منگنی نہ رہی بلکہ نکاح ہو گیا، منگنی کے لیے شریعت نے کوئی مخصوص طریقہ مقرر نہیں کیا، نیز یہ بھی واضح رہے کہ منگنی توڑنے کے لیے طلاق کے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ طلاق نکاح کے بعد ہوتی ہے اور منگنی نکاح نہیں ہوتی بلکہ صرف نکاح کا وعدہ ہے۔

منگنی کی حکمت یہ ہے کہ دونوں فریقین ایک دوسرے کو قریب سے جان لیں، عین ممکن ہے کہ دو ایسے فریق منگنی کر رہے ہوں جو اس سے پہلے ایک دوسرے سے ناواقف ہوں، وہ بیٹھ کر باہمی

---

(35) ابن عابدین، محمد امین بن عمر، **رد المختار**:11/3، ط دارالفکر، بیروت

مشاورت سے کچھ چیزیں طے کر لیں گے،ایک دوسرے سے انس وہم آہنگی پیدا ہو جائے گا،اس اعتبار سے مل بیٹھنا بہت اچھی بات ہے۔

ہمارے زمانہ میں منگنی کی رسومات اور غیر شرعی امور

ہمارے زمانہ میں منگنی کے وقت بہت زیادہ غیر شرعی و خلافِ غیرت امور انجام دیے جاتے ہیں،ذیل میں ہم مختصراً ان کا جائزہ لیتے ہیں:

منگنی پر منگنی کرنا

آج مادیت کا زمانہ ہے اور اس مادی سیلاب میں ہمارے نوجوان بھی بہتے چلے جا رہے ہیں،اسی مادیت کا نتیجہ ہے کہ دلوں میں غیر اللہ کی محبت بیٹھی ہے،مختلف مخلوط تعلیمی اداروں میں ایک ایک لڑکی کے ہزاروں عاشق ہوتے ہیں،اب جب لڑکی کی شادی کی باری آتی ہے تو ہر عاشق مختلف طریقوں (مال ودولت،کوٹھی بنگلہ،حسن وغیرہ) سے لڑکی کے والدین کو ترغیب دیتا ہے اور بسا اوقات ایک منگنی کے باوجود دوسری منگنی کر لی جاتی ہے،شریعت کی نظر میں یہ درست نہیں،نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جس جگہ آپ کے کسی بھائی نے پیغامِ نکاح دے رکھا ہو تو اس

جگہ تم پیغام نکاح نہ دو یہاں تک کہ وہ اس سے شادی کر لے یا چھوڑ دے یعنی اگر چھوڑ دے تو پھر آپ کو پیغام نکاح کی اجازت ہے۔([36])

انگوٹھی کی رسم

منگنی کے موقع پر لڑکا اور لڑکی انگوٹھیوں کا تبادلہ کرتے ہیں اور بسا اوقات انگوٹھی سونے کی ہوتی ہے جو مرد کے لیے بالکل جائز نہیں ہے،دوسرا یہ کہ منگنی سے لڑکی لڑکے پر حلال نہیں ہو جاتی کہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو انگوٹھی پہناتا پھرے،انگوٹھی پہنانے کی رسم کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس میں شریعت کے خلاف امور انجام دیے جاتے ہیں، محض غیروں کی نقالی ہے۔

ہمارے مُعاشَرے میں بڑی بیباکی کے ساتھ یہ ناجائز کام ہو رہا ہے اور نہ جانے لڑکی کے والدین اور بھائیوں کی غیرت کہاں چلی جاتی ہے کہ ایک پرائے اور بیگانے مرد کو اپنی بہن بیٹی کا ہاتھ تھامے دیکھ کر اُن کا چہرہ شرم و غصے سے سُرخ ہونے کے بجائے خُوشی و مَسَرَّت سے کِھل اُٹھتا ہے ، صرف یہی نہیں بلکہ دونوں خاندانوں کے مرد و عورت اور لڑکے اور لڑکیاں تالیاں بجاتے ہیں ، سیلفیاں لیتے ہیں اور ایک دوسرے کو نہ صرف آزادانہ تک رہے ہوتے ہیں بلکہ بے تکلّفی سے بات چیت اور ہنسی مذاق کر رہے ہوتے ہیں ، پھر اس بے شرمی کا طوفان یہیں ختم نہیں ہو جاتا بلکہ لی گئی سیلفیاں اور ویڈیوز واٹس

---

(36) البخاری،ابو عبداللہ،محمد بن اسمٰعیل،**صحیح البخاری**:1976/5، رقم الحدیث:4849، ط دار ابن کثیر،بیروت

ایپ (WhatsApp)، فیس بک (Facebook) اور ٹیوٹر وغیرہ کے ذریعے شیئر بھی کی جاتی ہیں اور گروپ میں شامل نجانے کتنے غیر مَحْرَم اور اجنبی افراد انہیں دیکھتے ہیں۔

منگنی کی دعوت میں فضول خرچیاں

اگرچہ اس موقع پر آنے والے مہمانوں کی ہلکی پھلکی ضیا فت کی اجازت ہے ،لیکن آج کے دور میں منگنی کی دعوت ایک مستقل رسم بن چکی ہے ،اس موقع پر دونوں خاندانوں کے افراد کے علا وہ اہل محلہ اور ملنے جلنے والوں کی بڑی تعداد کو شرکت کی دعوت دیجاتی ہے ، پھربڑی سی دعوت ہوتی ہے ، تحفے تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے ، دعوت میں شریک نہ کرنے پر شکوی شکایات بھی ہوتی ہیں ،منگنی کے موقع پر اس طرح دعوت کا احادیث میں ثبوت نہیں ،لہذا اظہار شکر کے نام پردعوت کی پابندی ضروری نہیں، اس قسم کی رسومات قابل ترک ہیں ،ان سے اجتناب لازم ہے ۔

بڑے پیمانے پر کثیر مہمانوں کی پُر تکلّف دعوت وغیرہ پر ہونے والے بھاری اور فضول اَخْراجات اِن خرابیوں کے علاوہ ہیں ، اِن اَخْراجات کی وجہ سے لڑکے اور لڑکی کے والدین کی بسا اوقات جیبیں ایسی خالی ہوتی ہیں کہ وہ کچھ عرصے تک مالی طور پر بچّوں کی شادی کرنے کے قابل ہی نہیں رہتے۔

منگنی کی رسم میں متفرق غیر شرعی کام

منگنی کی رسم میں بعض علاقوں میں پھول مالا پیش کیے جاتے ہیں، ان کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، ستارہ ہوٹلوں میں شراب وکباب اور رقص وسرود کی محفل قائم کی جاتی ہے جو سراسر ناجائز ہے، بے پردہ خواتین مخلوط ماحول میں اجنبی لڑکوں کے ساتھ تصاویر بناتی ہیں، مہنگے تحائف کا تبادلہ ہوتا ہے اور بسا اوقات قرض لے کر تحفہ دیا جاتا ہے جو کسی صورت محمود نہیں، اسی طرح سہرا باندھنا، لڑکے کے کپڑے بدلوانا، ہلدی لگانا وغیرہ سب امور غیر شرعی ہیں۔

منگنی کے بارے میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی سنہری بات

حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب اصلاح الرسوم میں منگنی کو "قیامتِ صغری" فرمایا ہے ، منگنی کے بارے میں فرماتے ہیں:

(منگنی نکاح کا پیغام اور وعدہ ہے) بس ایک کارڈ سے (یعنی جس گھر میں منگنی کرنی ہے وہ دور ہو تو خط وغیرہ کے ذریعہ) یا (گھر قریب ہو تو) زبانی گفتگو سے پیغام نکاح ادا ہو سکتا ہے، جانب ثانی (یعنی جس گھر میں رشتہ بھیجا ہے) اپنے طور پر ضروری امور کی تحقیق کر کے جب اطمینان ہو جائے ایک کارڈ سے (جوابی خط کے ذریعے) یا زبانی وعدہ کر سکتا ہے، لیجیے منگنی ہو گئی، اگر استحکام (یعنی منگنی پکی کرنے) کے لیے یہ رسمیں برتی جاتی ہیں تو اول کسی مصلحت کے واسطے معاصی (گناہوں) کا

ارتکاب جائز نہیں، پھر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود ان قصوں (یعنی تمام رسمیں پوری کرنے کے باوجود) بھی جہاں مرضی نہیں ہوتی ہے جواب دے دیتے ہیں، کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا۔([37])

منگنی کیسے کریں؟

بہتر تو یہ ہے کہ منگنی کی رَسْم بالکل ختم کردی جائے اِس کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور سوائے نقصان کے اِس سے کوئی فائدہ نہیں، غالباً ہم نے یہ رَسمیں ہندووٴں سے سیکھی ہیں ،عربی اور فارسی زبانوں میں اس کا کوئی نام بھی نہیں ، اس کے جتنے نام ملتے ہیں سب ہندی زبان کے ہیں ۔

اور اگر اس کا کرنا ضروری ہی ہو تو اس طرح کرو کہ پہلے لڑکے والے کے یہاں اس کے قرابت دار جمع ہوں اور وہ ان کی خاطر تواضُع صرف چائے سے کرے جس کے ساتھ کوئی مٹھائی نہ ہو پھر یہ لوگ لڑکی والوں کے یہاں جائیں تو وہ بھی ان کی تواضُع صرف چائے سے کریں، لڑکے والے اپنے ساتھ دُلہن کیلئے ایک سوتی دوپٹہ اور ایک سونے کی نَتھ (نَتھنی) لائیں جو پیش کردیں۔دُلہن والوں کی طرف سے لڑکے کو ایک سُوتی رومال ایک چاندی کی انگوٹھی ، ایک نگینہ والی پیش کردی جائے جس کا وزن سَوا چار ماشے سے زیادہ نہ ہو ، لو یہ منگنی ہوگئی۔

---

(37) اصلاح الرسوم:48

اگر دوسرے شہر سے منگنی کرنیوالے آئے ہیں تو ان میں سات آدمی سے زیادہ نہ آئیں اور دُلہن والے مہمانی کے لحاظ سے ان کو کھانا کھلا دیں مگر اِس کھانے میں دوسرے محلّہ والوں کی عام دعوت کی کوئی ضرورت نہیں، پھر اِس کے بعد لڑکے والے جب بھی آئیں تو اُن پر مٹھائی اور کپڑوں کے جوڑوں وغیرہ کی کوئی پابندی نہ ہو۔ اگر اپنی خُوشی سے ایسے ہی بچّوں کیلئے تھوڑی سی مٹھائی لائیں تو اُس کو محلّہ میں تقسیم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، حدیثِ پاک میں ہے کہ ایک دوسرے کو ہدیہ دو محبت بڑھے گی، مگر اس ہدیہ کو ٹیکس نہ بنالو کہ وہ بے چارے اِس کے بغیر آ ہی نہ سکیں، تاریخ کا مُقرَّر کرنا بھی اسی سادگی سے ہونا ضروری ہے کہ اگر اسی شہر سے لوگ آرہے ہیں تو ان کی تواضُع صرف چائے سے ہو اور اگر دوسرے شہر سے آرہے ہیں تو پانچ آدمی سے زیادہ نہ ہوں۔ جن کی تواضُع کھانے سے کی جائے اور تاریخ مُقرَّر کرنے والے سِن رسیدہ بُزرگ لوگ ہوں۔

منگنی کے شرعی مسائل کے جوابات

☆۔۔۔صرف منگنی سے عورت بیوی نہیں بنتی ہے، بلکہ وہ منگیتر ہی رہے گی جو کہ نا محرم ہے؛ لہٰذا منگنی کے بعد اس سے روابط رکھنا، تنہائی میں بات چیت کرنا ،اس کے ساتھ اکیلے سفر کرنا،پارکوں میں گھومنا پھرنا، میسج پر پیار کی باتیں کرنا،ہاتھ سے اس کو چھونا،اس سے شہوت پوری کرناوغیرہ ناجائز ہے، تاہم پردہ وغیرہ احکام کی رعایت رکھتے ہوئے خاندان کے بڑوں کے ذریعے تحائف بھجوانے کی اجازت ہے،واضح رہے کہ بعض علاقوں اور

خاندانوں میں یہ عرف ہوتاہے کہ منگنی کی مجلس میں ہی نکاح کردیا جاتاہے، اس کے حوالے سے تفصیل درج ذیل ہے:

منگنی کی مجلس میں جو نکاح عام طور پر کیا جاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مجلس منگنی کی ہو اور اس مجلس میں ضمناً نکاح بھی کر دیا جائے تو اس طرح نکاح منعقد نہیں ہو گا اور اگر وہ مجلس باقاعدہ نکاح ہی کے لیے منعقد کی گئی ہو اور اس میں نکاح کر دیا جائے تو اس مجلس میں کیا ہوا نکاح کافی ہو جائے گا اور نکاح منعقد ہو جائے گا۔

اگر کسی کے علاقے / خاندان میں مذکورہ عرف رائج ہے اور مجلس منگنی کی ہو اور ضمناً نکاح بھی کردیا جائے تو یہ نکاح منعقد نہیں ہوگا اور لڑکا لڑکی اجنبی رہیں گے، جب کہ یہی مجلس اگر باقاعدہ نکاح کی مجلس ہو تو اس مجلس میں کیا ہوا نکاح معتبر ہوگا اور لڑکا لڑکی میاں بیوی بن جائیں گے، ان کے لیے بات چیت کرنا، ملاقات کرنا وغیرہ جائز ہوگا، البتہ باقاعدہ رخصتی سے پہلے جسمانی تعلق قائم کرنا عرف میں برا سمجھا جاتاہے، نیز بسا اوقات کسی فساد کا پیش خیمہ بھی ہوسکتاہے، اس لیے نکاح ہوجانے کے باوجود باقاعدہ رخصتی سے پہلے اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

☆۔۔۔شادی یا منگنی کے موقع پر دونوں جانب سے مطالبہ کے بغیر ایک دوسرے کو جو تحائف اپنی مرضی و خوشی سے دیے جاتے ہیں، ان کا لینا دینا شرعاً جائز ہے۔ لیکن اس موقع پر مخصوص اشیاء، سامان، زیورات یا مویشیوں کا مطالبہ کرنا جائز نہیں ہے۔

☆۔۔۔منگنی نکاح کا وعدہ ہے، نکاح نہیں ہے، منگنی کرنے کے بعد منگیتر بھی دیگر اجنبی لڑکیوں کی طرح نامحرم ہی ہوتی ہے، اور نامحرم لڑکی سے تعلقات رکھنا،یا بغیر ضرورت بات چیت کرنا جائز نہیں ہے، اور میسج پر تعلقات رکھنے کا بھی یہی حکم ہے، نیز ہمارے معاشرے کا یہ المیہ ہے کہ منگنی ایک طویل زمانہ تک چلتی رہتی ہے، اور مرد وزن، منگنی کے بعد ایک دوسرے ملتے جلتے رہتے ہیں اور اس میں کسی قسم کی قباحت محسوس نہیں کرتے، بلکہ ان کے خاندان والے بھی اس کو عار نہیں سمجھتے، حالانکہ شرعاً یہ بالکل ناجائز ہے، بس دونوں خاندان والوں کو چاہیئے جلدی سے نکاح اور رخصتی کر لے تاکہ یہ لوگ حرام کام سے بچ جائے۔

☆۔۔۔رشتہ پر رشتہ بھیجنے میں یہ تفصیل ہے کہ ایسی خاتون جو نکاح یا عدت میں نہ ہو، اسے رشتہ کا پیغام بھیجنے کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم مندرجہ ذیل ہے:

- اس کے رشتہ کی بات کسی اور جگہ چلی ہو اور اس نے اس رشتہ کے لیے رضامندی کا اظہار کردیا ہو (جس کو منگنی کہتے ہیں)، اس صورت میں اسے رشتہ بھیجنا ناجائز ہے۔
- اس کے رشتہ کی بات نہ چلی ہو یا کسی اور جگہ چلی ہو اور اس نے اسے رد کردیا ہو، اس صورت میں اسے رشتہ بھیجنا جائز ہے۔

- اس کے رشتہ کی بات چل رہی ہو اور جہاں بات چل رہی ہو خاتون کا رشتہ بھیجنے والوں کی طرف قلبی میلان واضح ہو، اس صورت میں رشتہ بھیجنا مکروہ ہے۔
- اس کے رشتہ کی بات چل رہی ہو اور جہاں بات چل رہی ہو اور خاتون کا رشتہ بھیجنے والوں کی طرف قلبی میلان واضح نہ ہو، اور لڑکی والوں کی طرف سے رشتے پر آمادگی ظاہر نہ کی گئی ہو، اس صورت میں رشتہ بھیجنا بلا کراہت جائز ہے۔

☆۔۔۔منگنی کی دعوت میں شرکت کا حکم یہ ہے کہ مہمانی نوازی اور اکرامِ مسلم کی غرض سے دعوت فی نفسہ جائز، بلکہ مستحسن چیز ہے، احادیثِ مبارکہ میں اس کی ترغیب آئی ہے، تاہم شادی بیاہ کے موقع پرولیمہ کی دعوت کے علاوہ باقی ضیافتوں کا سنت ہونا منقول نہیں ہے، اس لیے ولیمہ کی دعوت تو سنت ہے، باقی اس کے علاوہ رخصتی کی دعوت، منگنی کی دعوت کو اگر لازم نہ سمجھا جائے اور ان کے سنت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے، اور نہ کرنے والوں پر طعن و تشنیع نہ ہو، اور ان دعوتوں میں کوئی خلافِ شرع امور نہ ہوں، بلکہ مہمانوں کے اکرام کے طور پر دعوت کردی جائے تو یہ مباح ہے۔

☆۔۔۔لڑکی کو منگنی کے موقع پر جو زیورات یا انگوٹھی وغیرہ سسرال والوں کی طرف سے ملتے ہیں، ان میں یہ تفصیل ہے کہ اگر زیورات دیتے وقت سسرال والوں نے اس

بات کی صراحت کی تھی کہ یہ بطورِ عاریت یعنی صرف استعمال کرنے کے لیے ہیں تو پھر یہ زیورات لڑکے والوں کی ملکیت ہوں گے، اور اگر سسرال والوں نے ہبہ ، گفٹ اور مالک بناکر دینے کی صراحت کردی تھی تو پھر ان زیورات کی مالک لڑکی ہوگی، اور اگر زیورات دیتے وقت کسی قسم کی صراحت نہیں کی تھی تو پھر لڑکے کے خاندان کے عرف کا اعتبار ہوگا، اگر ان کا عرف و رواج بطورِ ملک دینے کا ہے یا ان کا کوئی رواج نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں زیورات کی مالک لڑکی ہوگی، اور اگر بطورِ عاریت دینے کا رواج ہے تو پھر سسرال والے ہی مالک ہوں گے۔لڑکی کے مالک بن جانے کی صورت مُیں بھی اگر آپ واپس لینا چاہیں تو یہ بری بات ہے کہ ہدیہ کسی کو دے کر واپس لیا جائے، لیکن اگر آپ نے لے لیا یا انہوں نے ازخود واپس کردیا تو وہ آپ کی ملکیت میں واپس آجائے گی۔

☆۔۔۔منگنی ختم کرنے کے لیے طلاق کے الفاظ استعمال کرنا ضروری نہیں، صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ ہم نے منگنی ختم کردی ہے۔

☆---نکاح سے پہلے لڑکی کو ایک نظر دیکھنے کی گنجائش ہے،بہتر یہ کہ جب باقی کوائف سے اطمینان ہوجائے تب لڑکی کے محارم کی موجودگی میں دیکھا جائے، نکاح سے پہلے خلوت میں ملنا جائز نہیں۔(38)

منگیتر سے بات کرنے کے شرعی خرابیاں

آج کل علمِ دین سے دوری اور دینی بے راہ روی کی بناء پر لوگ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ منگنی ہوجانے کے بعد لڑکے اور لڑکی کیلئے ایک دوسرے کو دیکھنے ، ایک دوسرے سے بات چیت کرنے اور میل جول رکھنے کے معاملے میں شَرعی رُکاوٹیں ختم ہوجاتی ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے منگنی ہوجانے کے بعد بھی جب تک نکاح نہیں ہوجاتا وہ دونوں ایک دوسرے کیلئے بالکل اسی طرح اجنبی اور نامَحرَم ہیں جیسے منگنی سے پہلے تھے لہٰذا نکاح ہونے کے بعد ہی اُن دونوں کیلئے ایک دوسرے سے بے حجابی و گفتگو وغیرہ جائز ہوگی ، جب تک نکاح نہیں ہوجاتا یہ دونوں میاں بیوی نہیں اور نہ ہی ایک دوسرے کے والدین ان کیلئے سُسر و ساس ہیں۔ منگنی کے باوُجود اُنہیں آپس میں بھی پردہ کرنا ہوگا اور ایک دوسرے کے والدین سے بھی شَرعی پردے کا لحاظ رکھنا ہوگا۔بدقسمتی سے ہمارے مُعاشَرے میں منگنی کی آڑ میں پردے سے متعلِّق شَرعی احکامات کو پہلے سے بڑھ کر نظر

(38) دارالافتاءبنوری ٹاؤن کراچی

انداز کیا جاتا ہے ایک دوسرے کو نہ صرف آزادانہ دیکھتے ہیں بلکہ بات چیت ، ہنسی مذاق اور ایک دوسرے کے ساتھ تنہا گھومنے پھرنے وغیرہ کے سلسلے زور و شور سے شروع ہوجاتے ہیں حالانکہ یہ ناجائز و حرام اور جہنّم میں لے جانے والے کام ہیں۔

بعض لوگ جو مُعاشَرے میں شریف سمجھے جاتے ہیں اور گھریلو یا خاندانی رکھ رکھاؤ کی وجہ سے منگنی کے بعد اپنے لڑکے یا لڑکی کا منگیتر کے ساتھ گھومنا پھرنا ، ہنسی مذاق کرنا یا آزادانہ میل جول رکھنا پسند نہیں کرتے وہ اپنے طور پر ایک مہذب انداز اختیار کرتے ہیں مگر وہ انداز بھی سراسر غلط اور خِلافِ شرع ہے ، ہوتا یہ ہے کہ لڑکے کے ماں باپ لڑکی کو تنہا یا اُس کی بہن کے ساتھ اپنے گھر لے جاتے ہیں ، گھر پر دعوت وغیرہ کا اِہتِمام ہوتا ہے اور پھر لڑکی کو واپس گھر چھوڑنے منگیتر ہی جاتا ہے ، راستے میں کسی دُکان پر مَشْروبات یا آئسکریم وغیرہ کا اِہتِمام ہوتا ہے۔غارت ہو اِن فلموں ڈراموں کا کہ جن کی وجہ سے مسلمان اسلامی تہذیب سے دُور ہوکر فرنگی تہذیب کے دِلدادہ ہوئے جارہے ہیں کہ اگرلڑکی کی بہن ساتھ ہوتی بھی ہے تو وہ اِس دوران تھوڑی دیر کیلئے ڈرامائی انداز میں کار سے باہر نکل جاتی ہے تاکہ کسی طرح ان دونوں کو تنہائی میں کچھ وقت گُزارنے کا موقع مِل جائے۔اس طرح کی تنہائی یقیناً بات چیت کے ذریعے باہمی اجنبیت دور کرنے اور ایک دوسرے سے بے تکلف ہونے کیلئے اختیار کی جاتی ہے ، یہ بھی شرعاً دُرست نہیں ۔

غیر مَحْرَم کے ساتھ تنہائی کی مُمانعت

رسولِ کریم ، رؤفٌ رَّحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا : جو اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ ہر گز کسی ایسی غیر مَحْرَم عورت کے ساتھ خَلْوت اختیار نہ کرے جس کے ساتھ اُس کا مَحْرَم مرد نہ ہوکیونکہ ایسی صورت میں ان کے درمیان تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

احتیاط میں بھی بے احتیاطی

بدقسمتی سے بعض دیگر بُرائیوں کی طرح اِس بُرائی کو بھی فی زمانہ بُرائی نہیں سمجھا جاتا یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اپنی بہن بیٹی کو گلی محلے کے کسی اجنبی کے ساتھ دیکھنا گوارا نہیں کرسکتے وہ اپنی سجی سنوری بہن بیٹی کو اپنے ہاتھوں اپنے ہونے والے داماد یا بہنوئی کے سِپُرد کردیتے ہیں بلکہ بسا اوقات دل کی تسلّی کیلئے اُس کی بہن کو بھی اُس کے ساتھ کردیا جاتا ہے حالانکہ ایسی صورت میں تو وہ دونوں ہی ایک اجنبی کے ساتھ تنہائی اختیار کرنے کے گُناہ کی مرتکب ہوں گی،عورت کا عورت کے ساتھ ہونا زیادتِ عورت ہے نہ (کہ)حفاظت کی صورت ، سونے پر سونا جتنا بڑھاتے جائیں مُحافِظ کی ضرورت ہوگی نہ کہ ایک توڑا (یعنی حصّہ) دوسرے کی نگہداشت کرے۔خُدارا!ہوش کیجئے اور سنجیدگی کے ساتھ اِن بُرائیوں کے خاتمے کی کوشش کیجئے بالخصوص خاندان کے بڑے افراد جن کی بات مانی جاتی ہے اور مُعاشَرے کے وہ اہم افراد جن کے فیصلوں کو اہمیَّت دی جاتی ہے

، انہیں چاہیۓ کہ اِس قسم کی بُرائیوں کی روک تھام کریں ، منگنی ہو جانے کے باوُجُود بھی لڑکے لڑکی کو ایک دوسرے سے بے تکلّف ہونے یا میل جول رکھنے سے روکیں اور اُنہیں ایک دوسرے سے پردہ کرنے کا پابند بنائیں۔

منگیتر سے میل جول کی مُعاشَرَتی خرابیاں

منگنی کے بعد منگیتر سے میل جول رکھنے کی بیان کردہ شَرْعی خرابیوں کے علاوہ مُعاشَرَتی خرابیاں بھی ہیں ، آیئے !چند خرابیاں مُلاحظہ کیجئے:

- ایک خرابی تو یہ ہے کہ اِس سے بچّوں کا ذہن خراب ہوتا ہے کیونکہ بچّے منگنی و شادی کے معاملات میں اپنے بڑے بہن بھائیوں یا قریبی رشتے داروں کا یہ بے باکانہ انداز اور اِس پر خاندان کے بڑوں کا نرم رَوَیّہ دیکھ کر اِسی کو صحیح سمجھتے ہیں اور آنے والے وقت کیلئے اپنے لئے بھی اِسی کا تصوُّر قائم کرلیتے ہیں۔
- دوسری خرابی یہ ہے کہ اس میل جول کا جو حقیقی مقصد ہے کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو سمجھ لیں وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا کیونکہ عام طور پر ایسی صورت میں وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے گُفتار و کردار میں انتہائی تکلّف برتتے ، مَصْنوعی رکھ رکھاؤ کا مُظاہَرہ کرتے ، اپنے آپ کو حقیقت سے زیادہ اچھا ظاہر کرتے اور منگیتر کے مِزاج پر پورا اُترنے کے لئے اپنے مِزاج کو نظر انداز کرتے

ہیں ، نتیجتاًوہ دونوں ایک دوسرے کو جتنا سمجھ پاتے ہیں اُس کی حیثیّت سَراب کی سی ہوتی ہے جو دیکھنے میں کچھ اور حقیقت میں کچھ اَور ہوتا ہے ، شادی کے بعد جب اِس تکلّف اور مَصنوعی رکھ رکھاؤ کی دیوار گرتی ہے تو معاملات میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے۔بالفرض ایسا نہ ہو تب بھی بہرحال نکاح سے پہلے ایک دوسرے کو سمجھنے کیلئے میل جول رکھنے یا بات چیت کرنے کی شَرعاً اجازت نہیں ۔

♥ تیسری خرابی یہ ہے کہ یہ میل جول بسا اوقات منگنی ٹوٹنے کا سبب بنتا ہے کیونکہ اِس میل جول کی وجہ سے بے تکلّفی بڑھ جاتی ہے ، ایک دوسرے کا لحاظ کم ہوجاتا ، باہمی بَحث و مُباحَثہ بڑھ جاتا ہے ، اکثر اَن بَن ہوجاتی ہے اور نتیجہ منگنی ٹوٹنے کی صورت میں برآمد ہوتا ہے اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں بلکہ آئے دن اس طرح کے واقعات ہمارے قُرب و جَوار میں پیش آتے رہتے ہیں۔

اب ذرا سوچئے کہ ہمارے مُعاشَرے میں منگنی ایک بار ٹوٹ جائے تو بالعموم دونوں کیلئے اور بالخصوص لڑکی کیلئے کس قدر مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں۔اوّل تو خاندان اور جان پہچان والوں کی طرف سے رشتے نہیں آتے اور اگر کوئی رشتہ آہی جائے تو منگنی ٹوٹنے کا پتا چلنے پر دل میں طرح طرح کے اندیشے پیدا ہوجاتے ہیں جس کی بناء پر کھوج لگائی جاتی ہے کہ لڑکی کی منگنی آخر کس وجہ سے ٹوٹی تھی ، اب اگر نیا

رشتہ لانے والے ، لڑکے والوں کے پاس جاکر پوچھیں کہ آپ نے اپنے لڑکے کی منگنی اُن کی لڑکی سے کیوں ختم کی تو ظاہر ہے کہ وہ لوگ ہرگز یہ نہیں کہیں گے کہ ہمارا لڑکا یا ہم اچھے نہیں تھے ، وہ تو لڑکی اور اُس کے گھر والوں ہی کی بُرائی بیان کریں گے اور بالفرض واضح طور پر کسی قسم کی بُرائی بیان نہ کریں بلکہ ڈھکے چُھپے لفظوں میں صرف اتنا کہہ دیں کہ " ہم آپ کو کیا بتائیں ، بس یوں سمجھیں کہ اللہ نے ہمیں بچالیا " تو شاید اتنا سُن کر بھی وہ لوگ یہ سوچنے پر مجبور ہوجائیں کہ اُن کے ہاں رشتہ کیا جائے یا نہ کیا جائے۔یونہی اگر کوئی ان لوگوں کو یہ حقیقت بتا دے کہ اس لڑکی کی تو منگنی ہو چکی تھی اور یہ تو اپنے منگیتر کے ساتھ بڑی بے تکلّف تھی ، ہنسی مذاق کرتی تھی ، گھومنے پھرنے جاتی تھی وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورت میں بھی غالباً وہ لوگ لڑکی والوں سے رشتہ کرنا پسند نہ کریں۔الغرض منگنی کے بعد لڑکے لڑکیکے میل جول رکھنے کی صورت میں خُدانخواستہ منگنی ٹوٹ جائے تو اس کا خَمیازہ زیادہ تَر لڑکی اور اس کے گھر والوں کو بھگتنا پڑتا ہے۔بہرحال منگنی ٹوٹے یا برقرار رہے ہر صورت میں یہ میل جول شریعت کی خِلاف ورزی اور اللہ عَزَّ وَجَلَّ اور اس کے پیارے رسول صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی ناراضی کا سبب تو ہے ہی لٰہذا اس سے بچنا ہی ضروری ہے۔

جہیز کا مطلب

جہیز عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب ہے اسباب یا سامان ؛ یہ اس سامان کو کہتے ہیں جو لڑکی کو نکاح میں اس کے ماں باپ کی طرف سے دیا جاتا ہے۔جہیز دینے کی رسم پرانے زمانے سے چلی آ رہی ہے،ہر ملک اور ہر علاقے میں جہیز مختلف صورتوں میں دیا جاتا ہے۔لیکن عام طور پر زیورات، کپڑوں، نقدی اور روزانہ استعمال کے برتنوں پر مشتمل ہوتا ہے۔برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں میں یہ رسم ہندو اثرات کی وجہ سے داخل ہوئی اور ایک لعنت کی شکل اختیار کر لی۔

جہیز کی شرعی حیثیت

شرعی اعتبار سے جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ اگر کوئی باپ اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت اپنی استطاعت کے مطابق کوئی تحفہ دینا چاہے تو دیدے، لیکن نہ وہ شادی کے لیے کوئی لازمی شرط ہے، نہ سسرال والوں کو کوئی حق پہنچتا ہے کہ وہ اس کا مطالبہ کریں اور اگر کسی لڑکی کو جہیز نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو اس پر برا مانیں یا لڑکی کو طعنہ دیں اور نہ یہ کوئی دکھاوے کی چیز ہے کہ شادی کے موقع پر اس کی نمائش کر کے اپنی شان و شوکت کا اظہار کیا جائے،مگر آج کل شادی کے موقع پر جہیز کے نام سے جو کچھ دیا جاتا ہے وہ نمود و نمائش کے لیے اور لوگوں کے طعن و تشنیع کے خوف سے اور

لازم سمجھ کر دیا جاتا ہے۔قرض لے کر دینا اس کی دلیل ہے، اس معاشرتی بگاڑ کا نتیجہ یہ ہے کہ غریب والدین کے لیے اپنی بچیوں کا نکاح کرنا وبال جان بن گیا ہے۔[39]

جہیز کے مفاسد

موجودہ دور میں شادی کے موقع پر طرفین کا ایک دوسرے کو تحفے اور لڑکی کو جہیز دینے میں جس قدر غلو ہونے لگا ہے اس میں درجِ ذیل قباحتیں عموماً پائی جاتی ہیں:

☆۔۔۔یہ سامان رسم سے مجبور ہو کر دیا جاتا ہے، نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے، بلکہ بعض جگہ لڑکے والے بڑی جرأت اور بے باکی سے مانگتے اور مطالبہ کرتے ہیں کہ جہیز کتنا ملے گا؟ اتنا نہ ملا تو ہم شادی نہیں کریں گے۔گویا جبراً وصول کرتے ہیں اور جبراً وصول کیا ہوا مال حرام ہے، حدیث میں ہے کہ کسی شخص کی دلی خوشی کے بغیر اس کا مال حلال نہیں۔

معلوم نہیں ان مردوں کی غیرت کہاں گئی جو مطالبہ کر کے ایک کمزور عورت سے مال لے کر اپنا گھر سجاتے ہیں، جبکہ شریعت نے گھر کا ذمہ دار اور منتظم اعلیٰ شوہر کو بنایا ہے۔ بیوی کا نفقہ، خرچ اور گھر کے تمام اخراجات چاہے کھانے پینے کے ہوں یا رہنے سہنے اور پہننے کے ہوں، ان سب کا ذمہ دار مرد ہے۔

---

(39) تسہیل بہشتی زیور:1/ 66،ط کتاب گھر، کراچی

☆---دینے والے کی نیت ریا، شہرت اور ناموری کی ہوتی ہے، اس لیے اس کی خوب نمائش کی جاتی ہے، دور ونزدیک کی خواتین بڑے اہتمام سے اسے دیکھنے آتی ہیں،بلکہ دیتے وقت نا محرم مردوں کے مجمع کے سامنے بھی لڑکی کو دیے جانے والے کپڑوں تک کی نمائش جیسا شرمناک عمل دہرایا جاتا ہے، جبکہ شہرت کی نیت سے جائز عمل بھی نا جائز ہو جاتا ہے۔حدیث میں ہے کہ جو شخص لوگوں کو سنانے یا دکھانے کی نیت سے کوئی عمل کرے گا (تاکہ لوگ سن کر یا دیکھ کر اس کی تعریف کریں)تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن لوگوں کے سامنے) اُس کی اِس حرکت کو ظاہر کریں گے(تاکہ سب کے سامنے ذلیل ہو)۔

☆---اس کے علاوہ آج کل عموماً جہیز اتنی زیادہ مقدار میں دیا جاتا ہے جس سے حج فرض ہو جاتا ہے، مگر حج نہیں کرواتے۔اسی طرح بعض لوگ بچی کے پیدا ہوتے ہی جہیز جمع کرنا شروع کردیتے ہیں، اگر اس وقت سے لڑکی کو مالک بنادیا تو بالغ ہونے کے بعد ہرسال اس کی زکوٰۃ دینا ضروری ہے، اگر والدین کی ملکیت میں ہوتو ان پر لازم ہے کہ زکوٰۃ بھی ادا کریں، ورنہ دہرے گناہ کے مرتکب ہوں گے، ایک جہیز کی رسم کا گناہ اور دوسرا زکوٰۃ نہ دینے کا۔

☆---اس قبیح رسم کی وجہ سے غریب آدمی کے لیے لڑکی کی شادی و بال جان بن گئی ہے، وہ جہیز کی مطلوبہ مقدار پوری کرنے کے لیے جائز و ناجائز کی پروا کیے بغیر پیسہ

حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے،بلکہ بعض لوگ اس من گھڑت ضرورت کے لیے زکوٰۃ وصدقات مانگتے پھرتے ہیں، بلا ضرورت مانگنا حرام اور ایسے شخص کو دینا بھی حرام ہے۔

☆۔۔۔مطلوب مقدار مہیا نہ ہونے کی بنا پر رشتہ دینے کے بعد نکاح کرنے بلکہ بسا اوقات نکاح کے بعد رخصتی میں اس قدر تاخیر کی جاتی ہے کہ لڑکیوں کی عمریں تیس تیس چالیس چالیس سال تک ہو جاتی ہیں، جس کے نتیجے میں برائیاں جنم لیتی ہیں یا عزت و عفت محفوظ رکھنے والی لڑکیاں گھٹ گھٹ کر مر جاتی ہیں یانفسیاتی مریضہ بن جاتی ہیں بلکہ بعض کو مختلف جسمانی امراض لاحق ہو جاتے ہیں، اصول حفظانِ صحت کے لحاظ سے بھی شادی میں زیادہ تاخیر صحت کے لیے مضر ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: "اے علی! تین چیزوں میں تاخیر نہ کرو۔ایک نماز جب اس کا وقت آجائے، دوسرے جنازہ جب تیار ہو جائے، تیسرے بے نکاح لڑکے اور لڑکی کی شادی میں جب اس کے جوڑ کا رشتہ مل جائے۔"

ایک اور حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کی اولاد (لڑکا یا لڑکی) ہو اس کو چاہیے کہ اس کا اچھا نام رکھے، اس کی تعلیم و تربیت اچھی کرے، جب بالغ ہو جائے تو نکاح کردے۔بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہ کیا اور وہ کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اس کا گناہ باپ پر بھی ہو گا۔

☆۔۔۔جہیز کی ایک نحوست یہ بھی ہے کہ کئی خاندانوں میں بیوی آتے ہی اپنی برتری جتانا شروع کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ سمجھتی ہے کہ سارا کچھ تو میں لائی ہوں، شوہر تو میرا محتاج ہے، چارپائی سے لے کر کھانے پینے کے برتنوں تک میں لائی ہوں، پھر آئے دن لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، آخر کار نوبت طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم تو بیٹی سے محبت کی بنا پر دے رہے ہیں، اس میں کیا حرج ہے؟ ایسے لوگ ذرا غور کریں تو ان پر حقیقت واضح ہو جائیگی۔ سوچئے! بیٹی کے پیدا ہونے سے لیکر شادی تک اور شادی سے لیکر مرتے دَم تک محبت رہے گی یا شادی کے بعد ختم ہو جائے گی؟ تو شادی کے وقت محبت کا ایسا جوش کیوں اٹھتا ہے کہ کچھ بھی ہو جائے جہیز کی رسم مروّج طریقے سے ہی ضرور پوری کریں گے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر نہیں دیں گے تو ناک کٹ جائے گی، لوگوں میں عزت نہیں رہے گی، لوگ طعنے دیں گے کہ بیٹی کی شادی تھی یا جنازہ؟ اگر واقعۃً آپ محبت کی وجہ سے اسے کچھ دینا چاہتے ہیں تو اظہارِ محبت کی اور بھی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: اسے جائیداد میں شریک کرلیں، کار خانے یا تجارت میں شریک کرلیں، بالفرض اگر اسی وقت دینا ہی ہے تو نقدی کی صورت میں دیں تاکہ وہ جہاں چاہیں اپنی ضرورت کے مطابق خرچ کریں۔

کیا زیادہ جہیز سے میاں بیوی کے درمیان محبت بڑھے گی؟

بہت سی لڑکیاں سمجھتی ہیں کہ اگر جہیز زیادہ لے گئیں تو شوہر خوش ہو گا اور محبت بڑھے گی، حالانکہ یہ خیال غلط ہے، جس محبت کی بنیاد مال و دولت پر ہو وہ عارضی اور چند دن کی ہوتی ہے۔اگر واقعۃً شوہر کو اپنا بنانا ہو، زندگی بھر اس کی محبت حاصل کرنی ہو اور مرتے دَم تک گھر کو جنت کا نمونہ بنانا ہو تو شریعت کی مکمل پابندی کی جائے، شوہر جو کچھ دے اس پر شکر اداء کرنا چاہیے، اپنی طرف سے فرمائش نہ کی جائے، شوہر اگرچہ مفلس ہو لیکن دل میں استغنا پیدا کیا جائے اور شوہر کی اطاعت کو لازم سمجھا جائے، شوہر کی راحت وآرام کا خیال رکھا جائے، اس کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہ کیا جائے تو اللہ تعالیٰ میاں بیوی کے دل میں ایک دوسرے کی محبت و قدر پیدا فرمادیں گے۔

اب سوچیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے ہم نام لیوا ہیں، جن کے ساتھ عشق ومحبت کے بلند بانگ دعوے کرتے رہتے ہیں اور ہمیں انہی کی اقتدا کا حکم ملا ہے، آخر وہ بھی ان مراحل سے گذرے تھے، رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوئے تھے، ان کی بیٹیوں اور بہنوں کی بھی شادیاں ہوتی تھیں، ان حضرات کا بھی داماد سے واسطہ پڑتا تھا، کیا وہ بھی اس رسم کا اہتمام کرتے تھے؟ کیا وہ جہیز کو نکاح کا حصہ سمجھتے تھے؟ مثال کے طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کو دیکھ لیجئے کہ کتنی سادگی سے انجام پائی؟ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی اور خلیفۃ المسلمین حضرت

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی کی رخصتی کتنی سادگی سے ہوئی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی لختِ جگر کو جہیز کے نام پر کوئی چیز بھی نہیں دی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطالبہ کیا۔

اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو بھی دیکھ لیجئے کہ وہ خود بھی ازدواجی زندگی میں منسلک ہوئے، اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کی بھی شادیاں کروائیں، لیکن کہیں بھی اس کا تذکرہ نہیں ملتا کہ کسی نے جہیز دیا ہو، اس کے برعکس مہر ادا کرنے کی تاکید پر بہت سی احادیث ہیں اور شریعت نے اسے فرض قرار دیا ہے۔

آج کل مسلمان یہ فرض ادا کرنے کا اہتمام تو کرتے نہیں اور عموماً بیویوں سے زبردستی معاف کروایا جاتا ہے یابیوی مروت میں آکر معاف کردیتی ہے، جبکہ وہ معاف کرنے پر دل سے راضی نہیں ہوتی اور ایسی معافی کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں اور یہ حق ادا کرنا شوہر کے ذمہ بدستور باقی رہتا ہے، پھر طلاق کی نوبت آجائے تو جھگڑے شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلے میں نوجوانوں کو ہمت سے کام لینا چاہیے اور جہیز کی مروّجہ لعنت کے خلاف بھرپور تحریک چلانی چاہیے اور اپنے والدین کے سامنے اس کی قباحتیں بیان کر کے انہیں

اس پر آمادہ کرنا چاہیے کہ وہ جہیز کے بغیر شادیاں کرنے کو رواج دیں تاکہ اس بری رسم کا خاتمہ ہوسکے۔(40)

جہیز کی سماجی تباہ کاریاں

آج ہمارا معاشرہ طرح طرح کی برائیوں کی آماجگاہ بنتاجا رہاہے۔جس کی وجہ سے امن وسکون، انسانیت، رواداری، انسان دوستی، آپسی الفت و محبت اور بھائی چارگی کی لازوال دولت رخصت ہوتی جارہی ہے۔آج ہمارے سماج کو جن داخلی برائیوں کا سب سے بڑا چیلنج ہے، ان میں سے ایک ''جہیز کی لعنت'' بھی ہے۔جہیز ایک خطرناک کیڑے اور ناسور کی طرح بڑی تیزی کے ساتھ ہماری سماجی زندگی کی ہڈیوں کو گھلاتا جا رہا ہے۔جس کا ہمیں ذرہ برابر بھی احساس نہیں۔رسمِ جہیز نے اپنے ساتھ سماجی تباہ کاری وبربادی کا جو نہ تھمنے والا طوفان برپا کیا ہے، اس نے برصغیر ہند وپاک کے معاشرے کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔آج ہماری سوسائٹی جہیز کی وجہ سے جن مصیبتوں میں گرفتار ہوتی جا رہی ہے، وہ مختلف النوع ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے ہی ضرر رساں پہلوؤں پر محیط ہیں۔جن کو ہم ان مختلف قسموں میں بانٹ سکتے ہیں:

---

(40) حوالہ بالا

1۔خانہ تباہی:

اگر لڑکی اپنی حیثیت سے زیادہ جہیز لاتی ہے تو اس کے والدین اس قدر مقروض ہوجاتے ہیں کہ اس سے سبکدوشی کے لیے دن رات ایک کرکے اپنا چین و سکون برباد کرلیتے ہیں۔اگر جہیز لڑکے والوں کے حسب منشا نہیں ہے تو لڑکی کو بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے اور طعن و تشنیع کی بوچھاڑ کرکے اس کا جینا دو بھر کردیتے ہیں اگر لڑکی والے طاقتور ہیں تو پھر مقدمہ بازی کا ایک لامحدود سلسلہ شروع ہوجاتا ہے جس میں بسا اوقات کتنے ہی گھر تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔

2۔مہر کی زیادتی:

جہیز کی لعنتوں کی مار جھیل رہا،سماج اب کثرت مہر کی پریشانیوں سے دو چار ہوتا جارہاہے، اس لیے کہ جب لڑکے والے جہیز کی خاطر اپنی حمیت وغیرت کا سودا کرنے پر بضد ہوجاتے ہیں تو پھر نکاح کے وقت لڑکی والے کی جانب سے مہر کی ایک خطیر رقم کی فرمائش ہوتی ہے؛ چونکہ لڑکے والے اپنی بے شرمی و بے حیائی کی وجہ سے مواقع گنوا چکے ہوتے ہیں، لہٰذا لڑکے کو مجبوراً قبول کرنی پڑتی ہے جو کہ لڑکے کی حیثیت سے زیادہ اور اس کی طاقت کے باہر ہوتی ہےاور شریعت کے خلاف ہے۔سیدنا عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ خبردار عورتوں کے مہر میں زیادتی نہ کیاکرو؛ کیونکہ اگر یہ دنیا میں عزت اور اللہ کے نزدیک پرہیزگاری ہوتی تو اس کے سب سے زیادہ مستحق نبی اکرمؐ ہوتے مجھے نہیں

معلوم کہ رسول اللہ نے بارہ اوقیہ سے زیادہ پر اپنی کسی بیوی سے نکاح کیا یا اپنی کسی بیٹی کا نکاح کرایا ہو۔اگر کوئی عورت دھوکے سے بھی مہر کا مطالبہ کر بیٹھتی ہے تو پھر اس کی خیریت نہیں ہے، شوہر کی ناراضگی اور غصے کا سامنا تو اس کو کرنا ہی پڑتا ہے اوپر سے ساس، سسر، نند اور دیگر اہلِ خانہ کی جلی بھُنی بھی اس کو سننی پڑتی ہے؛ کیونکہ اس وقت اس کا مطالبہ شوہر اور اس کے اہل خانہ کی ناک اور انا کا مسئلہ چھیڑ دیتا ہے۔لہٰذا کوئی عورت بھول سے بھی اس غلطی کو دہرانا نہیں چاہتی؛ حالانکہ مہر عورت کا شوہر پر جبری حق ہے، جس کا ادا کرنا شوہر پر واجب ہے، اگر ادا کیے بغیر شوہر مرجاتا ہے تو قیامت کے دن اس مرد سے اس کے بارے میں بازپرس ہوگی۔بعض حالات میں زوجین کے مابین مزاج کی عدم موافقت یا بیوی کی بدچلنی اور بداخلاقی کے باوجود شوہر کثرت مہر کی وجہ سے اپنی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا، پھر شوہر ایک مقید پنچھی کی طرح پھڑپھڑا کر صبر و تحمل کا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔اگر کوئی باغیرت انسان اس طرح کی بدچلن عورت سے نجات حاصل کرنے کے لیے عزم مصمم کرلیتا ہے تو مہر کی اس خطیر رقم کو ادا کرنے میں اپنی ہر کوشش صرف کردیتا ہے، پھر نوبت مفلسی اور محتاجی تک آپہنچتی ہے۔جس کا حاصل خانہ بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

3۔ کثرت طلاق:

رسم جہیز نے جو ہمارے سماج میں تباہی وبربادی کے دروازے کھولے ہیں، ان میں سے ایک کثرت طلاق ہے۔آج کثرتِ جہیز کی لالچ میں طلاق دے کر اصول اسلام کا کھلا مذاق اڑایا جارہا ہے۔اسلام نے ناگزیر حالت میں مرد کو طلاق کا اختیار دیا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اپنے ناجائز مطالبات کو منوانے کے لیے اس کو ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جائے۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو حلال کیا ہے، ان میں اللہ کے نزدیک طلاق سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔(ابوداؤد)

4۔لڑکیوں کی نسل کشی:

جس جاہلانہ رسم و ظلم کو اسلام نے آج سے چودہ سوسال پہلے ختم کردیا تھا، آج اس ترقی یافتہ دور میں جس تیزی کے ساتھ شکم مادر میں لڑکیوں کی نسل کشی کی جارہی ہے، وہ انسانیت کا بڑاہی شرمناک پہلو ہے۔ترجمہ: ”اس زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی تھی؟“ (سورۂ تکویر 8-9)

5۔ جنسی بے راہ روی:

ترقی پذیر سماج میں جنسی بے راہ روی میں جہاں مغربی تہذیب کا اہم رول ہے، وہیں رسم جہیز کا بھی بہت بڑا دخل ہے۔

6۔لڑکیوں کی کالا بازاری:

جہیز کے بھیڑیے سے چھٹکارا پانے کے لیے بہت سے والدین اپنی لخت جگر کو بیچنے پر مجبور ہوجاتے ہیں اور انسانی بھیڑیے انھیں جیتے جی کوٹھوں کی سولی پر بھینٹ چڑھادیتے ہیں۔اس طرح کے واقعات سے آج کل کے اخبارات بھرے پڑے ہیں۔

7۔موت کی سوداگری:

آج جہیز کے نام پر ملت کی بے گناہ بیٹیوں کو جس طرح ہراساں کیا جارہاہے ، وہ انسانیت کا بڑا ہی شرمناک پہلو ہے، روزانہ صبح صبح آپ جب اخبار کی ورق گردانی کرتے ہیں تو جلی حرفوں میں دل دہلانے والی سرخیاں زینتِ نگاہ بنتی ہیں کہ فلاں جگہ کم جہیز لانے کے جرم میں بدن پر تیل ڈال کر آگ لگا دیاگیا تو فلاں مقام پر گلا گھونٹ کر قتل کردیا گیا اور فلاں جگہ جہیزی بھیڑیوں کی ایذا رسانی سے تنگ آکر عورت نے خود ہی موت کو گلے لگا لیا۔دخترانِ ملت کی نسل کشی کا یہ سلسلہ زور پکڑتا جارہاہے، نہ ملک کا قانون ان بے گناہوں کا مداوا بن رہاہے اور نہ ہی حقوقِ نسواں کے علم بردار ادارے تحفظ فراہم کررہے ہیں۔

8۔حق وراثت سے محرومی:

جہیز کے پیسے کو حلال بنانے کے لیے یہ بہانہ بنایا جاتاہے کہ جو ہم جہیز میں لے رہے ہیں لڑکی اپنے والدین کے مال میں اتنے کا حق رکھتی ہے۔یہ بالکل واہیات فلسفہ ہے۔ ترکہ تو مرنے کے بعد تقسیم ہوتا ہے، زندگی میں نہیں۔

مسلمانوں میں جو لوگ باأثر، دیندار اور قومی جذبہ رکھنے والے ہیں انھیں حتمی طور پر اس جہیز کی لعنت کے خلاف صف آرا ہونا پڑے گا اور خصوصاً نوجوانوں کو اس راہ میں قربانی دینی پڑے گی اور جہیز خوروں کو مانگ سے روکنا پڑے گا؛ تاکہ بہت ساری دوشیزائیں بن بیاہی اپنے والدین کے کمزور کاندھوں پر بوجھ بن کر بیٹھی نہ رہ جائیں، آیئے ہم سب اس لعنت سے توبہ کریں اور اپنے گھر کو نمونہ عمل بنائیں!([41])

9۔نمودو نمائش اور تفاخر

امراء رسم جہیز کو اپنے جاہ و منصب کی شناخت سمجھتے ہیں اور بے پناہ پیسہ خرچ کرتے ہیں اور اس رسم کو شہرت و ناموری، دولت کی ریاکاری اور پابندی رسم کی نیت سے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑی دھوم دھام اور تکلف سے اس کی نمائش کی جاتی ہے حالانکہ اسلام نے نمودو نمائش سے منع کیا ہے اور اس وجہ سے غریب مائیں اور بیٹیاں احساس

---

(41) از مولانا محمد انعام الحق قاسمی

کمتری کا شکار ہوتی ہیں،اسی نمائش کے جذبے سے لوگوں میں تفاخر پیدا ہوتا ہے۔والدین فخر سے بتاتے ہیں کہ ہم نے اپنی بیٹی کو فلاں فلاں چیز دی۔اللہ تعالیٰ نے اس چیز سے منع کیا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِااللهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا.(42)

''اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر، اور شیطان جس کا بھی ساتھی ہوگیا تو وہ برا ساتھی ہے''۔

10۔اسراف و تبذیر

جہیز کی برائیوں میں سے ایک برائی اسراف وتبذیر بھی ہے۔لوگ دیکھا دیکھی اسراف پر مجبور ہوجاتے ہیں۔مثلاً بھاری کپڑے، زیورات اور ضرورت سے زائد اشیاء وغیرہ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسراف سے منع کیا فرمایا ہے:

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ط وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا.(43)

---

(42) سورۃ النساء:38

(43) سورۃ الاسراء:27

''بے شک فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا بڑا ہی ناشکرا ہے“۔

اور اعتدال کا حکم دیا ہے، رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خيرالامور اوسطها.

”کاموں کی اچھائی ان کا اعتدال ہے“۔

جہیز کے شرعی مسائل کے جوابات

☆---لڑکی کو رخصت کرتے وقت اپنی ہمت و وسعت کے مطابق تحفے تحائف اور جہیز دینا شرعاً صحیح ہے، مگر لڑکے والوں کی طرف سے جہیز کا مطالبہ کیا جانا اور لڑکی والوں کا نمود و نمائش کے لیے اپنی ہمت و استطاعت سے بڑھ کر دینا جائز نہیں۔

☆---لڑکی کو دیئے جانے والے جہیز کا سرِ عام دِکھانا جاہلی رسم ہے، جس کا منشا محض نمود و نمائش ہے اور مستورات کے زیور اور کپڑے غیر مردوں کو دِکھانا بھی بُری رسم ہے، شرفاء کو اس سے غیرت آتی ہے۔

☆---لڑکی کو والدین کے طرف سے جو جہیز ملتا ہے وہ لڑکی کی ملکیت ہے،اسی طرح ماں باپ کے علاوہ سہیلیوں ،رشتے دار،احباب،جہاں وہ پڑھاتی یا کام کرتی ہے تو اس کے ساتھی یا شاگرد

وغیرہ جو کچھ دیتے ہیں، وہ سب لڑکی ملکیت ہے، لڑکے والے لڑکی کی اجازت کے بغیر نہ خود لے سکتے ہیں، نہ استعمال کر سکتے ہیں (مگر مشترکہ گھر میں اِستعمال کی چیزوں میں میرا تیرا نہیں ہوتا، گھر میں اِستعمال کی چیزوں کو سبھی استعمال کرتے ہیں) اور نہ آگے اپنی بہن بیٹی کو بطور جہیز کے دے سکتے ہیں، لڑکے والوں میں سے اگر کسی نے جہیز پر قبضہ کر لیا تو شریعت کی نظر میں یہ غصب اور ڈاکہ سمجھا جائے گا اور عرفاً کمینگی اور رَذالت ہے، مرنے کے بعد اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا، کسی کی ملکیت پر بغیر اس کی اجازت کے قبضہ جمالینا شرعاً حرام ہے۔

☆۔۔۔اگر عورت کی اجازت سے جہیز کا سامان استعمال کیا گیا اور اس کو کوئی نقصان پہنچ گیا مثلا کوئی برتن وغیرہ ٹوٹ گیا تو اب یہ نقصان شوہر سے وصول نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ یہ استعمال عورت کی اجازت سے ہوا ہے۔

☆۔۔۔لڑکی کو جہیز میں قرآن شریف کی چھ آیتیں دینا نہ کسی سے سنا اور نہ دیکھا اور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے۔

☆۔۔۔بعض والدین کہتے ہیں کہ ہم اپنی جائیداد میں سے حصہ نکالنے کی نیت سے اپنی بچی کے لیے جہیز کا انتظام کرتے ہیں تو یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ جائیداد کا حصہ تو والدین کے مرنے کے بعد ملے گا، زندگی میں جو کچھ دیا جائے وہ میراث کا حصہ نہیں اور پھر خرچ تو لڑکوں کی شادی پر بھی اٹھتا ہے، صرف لڑکیوں ہی کے بارے میں کیوں؟؟؟

☆---اگر کسی لڑکی کو طلاق مل جائے تو اس صورت میں جہیز کی واپسی لڑکی کا حق ہے، جس حالت میں وہ سامان ہو، واپس کر دیا جائے، اس کی قیمت لینا اور شادی کا خرچہ وصول کرنا حلال نہیں۔

☆---سسرال کی طرف سے لڑکی کو جو زیورات تحفے میں دیے گئے وہ تو لڑکی کی ملکیت ہیں، اسی طرح وہ سامان جو شوہر نے بیوی کو بطور ملکیت کے دیا تھا مثلا عورت کے استعمال کی چیزیں، کپڑے، جوتے اور دیگر سامان، وہ سب عورت کو ملیں گے۔[44]

تقریب نکاح کے امور

خطبۂ مسنونہ

ایجاب وقبول سے پہلے خطبہ دینا مسنون ہے۔ جس میں سورہ نساء کی پہلی آیت، سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۱۰۲، سورہ احزاب کی آیت نمبر ۷۰، ۷۱، اور سورہ حجرات کی آیت نمبر ۱۳۔ اسی طرح نکاح سے متعلق احادیث مثلاً "النکاح من سنتی" وغیرہ کا پڑھنا بہتر ہے۔

مجلسِ نکاح میں تقریر کرنا

مجلس نکاح میں اردو یا مادری زبان میں تقریر کرنا جس میں نکاح کی فضیلت، مسائل واحکام، اور میاں بیوی کے فرائض وحقوق کو بیان کرنا اور انھیں شریعت کے مطابق زندگی گزارنے

---

(44) لدھیانوی، محمد یوسف، **آپ کے مسائل اور ان کا حل**: 6/ 246-259، ط مکتبۃ لدھیانوی

کی تلقین کرنامناسب ہے، نیز طلاق وخلع کے نقصانات کو واضح کرنااوراس کے مسنون طریقہ کو بھی بیان کردینا مناسب ہے۔

میاں بیوی کو مبارکباد دینا

نکاح کے موقع پر میاں بیوی یاان کے خاندان والوں کوبرکت کی دعادینااور اس کے لیے "شادی مبارک" یا"مبارک ہو" جیسے الفاظ استعمال کرنا جائز ہے، نکاح کے موقع پر مبارک باد دینا حدیثِ مبارک سے ثابت ہے اور اس کے لیے حدیث میں الفاظ بھی منقول ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ جب کسی آدمی کوشادی کی مبارک باد دیتے تو یوں فرماتے کہ:"بَارَكَ اللَّهُ لَكَ، وَبَارَكَ عَلَيْكَ، وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ"، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس نکاح کو مبارک فرمائے اللہ تم پر اپنی برکتوں کانزول فرمائے اور تم دونوں کو بہترین طریقے پر جمع رکھے۔(45)

نیز مسند احمد میں ہے کہ عبداللہ بن محمد بن عقیل کہتے ہیں کہ حضرت عقیل بن ابی طالب کی شادی ہوئی اور پہلی رات کے بعد جب وہ باہر آئے تو ہم نے ان سے کہا کہ آپ دونوں کے درمیان اتفاق پیدا ہوا، اور یہ نکاح اولاد کاذریعہ بنے! انہوں نے فرمایا: ٹھہریئے! یوں نہ کہیں، کیوں کہ نبی ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایاہے، اور کہاہے: یوں کہاکرو:" بارك الله لك، وبارك عليك،

---

(45) السجستاني،أبوداؤد،سليمان بن الأشعث،**سنن أبي داود**:197/2،رقم الحديث:2130، ط دارالفكر،بيروت

وبارك لك فيها" اللہ تمہارے لیے اسے مبارک کرے، تمہیں برکتیں عطا فرمائے اور اس نکاح میں تم پر خوب برکت نازل فرمائے۔[46]

نکاح کا اعلان کرنا

حدیث میں ہے: أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ، وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَاضْرِبُوا عَلَيْهِ بِالدُّفُوفِ۔

یعنی کھلے عام نکاح کرو،اس کو مسجد میں قائم کرواوردف بجاؤ؛تاکہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ فلاں اورفلانہ کے درمیان نکاح ہواہے۔([47])

نکاح کا وقت

نکاح کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے؛البتہ شوال کے مہینے میں اورجمعہ کے دن نکاح کرنا مستحب ہے؛ کیوں کہ نبی کریم ... کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ماہ شوال میں اورجمعہ کے دن نکاح کرنا منقول ہے۔([48])

---

(46) الشیبانی،ابوعبداللہ،احمد بن محمد،**مسند الامام احمد بن حنبل**:260/3،رقم الحدیث:1738،ط مؤسسة الرسالة

(47) الترمذی،ابوعیسی،محمد بن عیسی،**سنن الترمذی**:390/2،رقم الحدیث:1089،ط دارالغرب الاسلامی،بیروت

(48) ابن عابدین،محمد امین بن عمر،**ردالمحتار**:8/3،ط دارالفکر،بیروت

ولیمہ کرنا

نکاح کے فوراًبعد چھوارے یاکوئی میٹھی چیز تقسیم کرنامستحب ہے،اسی طرح نکاح کی خوشی میں ولیمہ کرنابھی لڑکے کے لیے مستحب ہے،اسے چاہیے کہ اپنے اعزاء واقرباء کو اپنی وسعت کے مطابق کھاناکھلائے؛ بشرطیکہ کہ کوئی نام ونمود نہ ہواورفضول خرچی نہ ہو،کھاناکھلانے کے تعلق سے لڑکی یا اس کے گھر والوں پر کوئی چیز واجب یامستحب نہیں ہے،ولیمہ کرنے کے نام پر لڑکے والے کالڑکی والے سے کچھ مانگنادرست نہیں،اگر وسعت نہ ہوتوولیمہ ہی نہ کرے؛ مگردوسروں کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائے۔

نکاح نامہ کی حیثیت

نکاح نامہ کی حیثیت ایک دستاویز کی ہے،بعض دفعہ اس کی ضرورت پڑ تی ہے؛ اس لیے نکاح نامہ تیار کرالینا بھی بہترہے؛تاہم اس کے بغیر بھی نکاح منعقد ہوجائے گا۔

نکاح کی رجسٹریشن

متعلقہ سرکاری دفترمیں جاکرنکاح کارجسٹریشن کرالیناچاہیے؛تاکہ سرکاری طورپر بھی نکاح کا ریکارڈ رہے؛ البتہ رجسٹریشن کیے بغیر بھی نکاح شریعت کی نظرمیں صحیح ہوجاتاہے۔

تقریب نکاح کے متعلق اہم سوالات کے جوابات

☆---نکاح کے موقع پر اگر باہم تنازع کا اندیشہ نہ ہو تو چھوہارے یا کوئی خشک مٹھائی تقسیم کرنا یا ان کو لٹانا دونوں درست اور مباح ہیں، اگر نکاح کا عقد مسجد میں ہو تو پھر ترتیب سے تقسیم کردیا جائے تاکہ ایک مباح کام کی وجہ سے مسجد کی بے ادبی کا گناہ نہ ہو، اس عمل کو سنت نہ سمجھا جائے، اور اگر لوگ اس عمل کو سنت سمجھتے ہوں اور اس سے مسجد کا احترام وتقدس بھی پامال ہوتا ہو تو پھر اس عمل سے اجتناب ضروری ہے۔

☆---نکاح میں مستحب اور بہتر یہ ہے کہ نکاح کی مجلس اعلانیہ طور پر مجمع کے سامنے مسجد میں منعقد کی جائے، احادیثِ مبارکہ میں بھی اس کی ترغیب آئی ہے کہ نکاح اعلان کے ساتھ اور مسجد میں پڑھاجائے،البتہ ہوٹل وغیرہ میں بھی نکاح پڑھوانا درست ہے۔

☆---نکاح کی فیس شرعی اعتبار سے نکاح پڑھانے کی اجرت ہے جو قاضی کا حق ہے، فریقین (قاضی اور نکاح پڑھوانے والے) کے درمیان جو طے ہوجائے درست ہے۔

☆---مسجد کمیٹی کی جانب سے نکاح خواں کی رضامندی کے بغیر کوئی فیس مقرر کرنا درست نہیں، الا یہ کہ مسجد انتظامیہ امام مقرر کرتے وقت معاہدے میں یہ بات طے

کرے کہ نکاح کی فیس اس قدر لینے کے پابند ہوں گے تو کمیٹی کا مقرر کرنا درست ہو گا۔

☆---نکاح پڑھانے والے کو نکاح خوانی کی اجرت دینا جائز ہے، اور نکاح خواں پہلے اجرت مقرر کرکے نکاح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے، اور اس کو مقرر شدہ اجرت جبراً وصول کرنے کا حق ہے۔

☆---نکاح کے لیے ایجاب و قبول شرط ہے یعنی ایک طرف سے کہا جائے کہ میں نے نکاح کیا اور دوسری طرف سے کہا جائے میں نے قبول کیا، ایجاب و قبول ایک بار کافی ہے، تین بار کوئی ضروری نہیں، اور کلمے پڑھانا بھی کوئی شرط نہیں، مگر آج کل لوگ جہالت کی وجہ سے کفر کی باتیں بکتے رہتے ہیں، اس لیے بعض مولوی صاحبان کلمے پڑھا دیتے ہیں تا کہ اگر لڑکے نے نادانی سے کبھی کلمہ کفر بک دیا ہو تو کم سے کم نکاح کے وقت تو مسلمان ہو جائے۔

☆---ایجاب و قبول کے بغیر صرف دستخط کرنے سے نکاح نہیں ہوتا۔

☆---ایک مرتبہ ایجاب و قبول سے نکاح ہو جاتا ہے، تین مرتبہ دُہرانا محض پختگی کے خیال سے ہوتا ہے۔(49)

(49) آپ کے مسائل اور ان کا حل:6/ 92-110، /دارالافتاء بنوری ٹاؤن کراچی

☆۔۔۔نکاح کے موقع پر دعوت کا اہتمام مسنون نہیں، بخوشی کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، البتہ رخصتی کے بعد ولیمہ مسنون ہے، نیز نکاح اور ولیمہ کی دعوت کو یک جا بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن اصطلاحاً اس دعوت کو ولیمہ کہا جاتاہے جو رخصتی (شب زفاف) کے بعد ہو، اس سے پہلے کی دعوت سے سنتِ ولیمہ ادا نہیں ہوگی۔

☆۔۔۔نکاح کے بابرکت وقت تصویر سازی کرنا یا ویڈیو بنانا بالخصوص مسجد میں بہت برا ہے۔

☆۔۔۔دولہا کو تحفہ وغیرہ دینا جائز ہے، جب آپ ﷺ نے حضرت زینب سے نکاح کیا تو حضرت ام سلیم نے حضرت انس کو ہدیہ دے کر بھیجاتھا، لہٰذا شادی کے موقع پر دولہا کو اپنی استطاعت کے مطابق تکلف کے بغیر خوشی سے تحفے تحائف دینا جائز ہے۔ البتہ اس معاملے میں حد سے تجاوز کرنا اور اسے لازم سمجھ کر اور اپنے ہاں شادی کے موقع پر واپس وصول کرنے کی نیت سے لینا دینا اور نہ دینے والے پر طعن و تشنیع یا برے جذبات دل میں لانا ان امور سے اجتناب کرنا چاہیے۔الغرض منفی جذبات اور منکرات کی اصلاح کی جائے، نفسِ ہدیہ کا لین دین نہ صرف پسندیدہ ہے، بلکہ جانبین میں محبت بڑھانے کا بھی ذریعہ ہے۔

☆---شریعت مطہرہ نے نکاح کے لیے کسی دن یا تاریخ کی تخصیص نہیں کی ہے ،جب بھی سہولت ہو انسان نکاح کر سکتاہے؛لہذا یہ سمجھنا کہ پیدائش کی تاریخ کو نہیں ہوتا، یہ محض وہم ہے۔

☆---پالکی یاڈولی میں دلہن کو لے جانافی نفسہ ممنوع نہیں ہے بالخصوص لمبےاوردشوار گزار راستوں میں اگر دلہن کو ڈولی میں لے جایا جائے تو یہ درست ہے،اور اس میں پردہ کا بھی ایک گونہ اہتمام ہوتا ہے ،البتہ اگر ڈولی میں ڈالنے کو بطوررسم ضروری سمجھاجائے اور بغیر ضرورت کے محض رسم پوری کرنے کے لیے ڈولی میں لے جانے کو ضروری خیال کیاجائے تو یہ درست نہیں۔

نکاح کا مسنون طریقہ

جس شخص کا ارادہ نکاح کاہو اس کو اولاً چاہیے کہ کسی دِین دار گھرانے کی دِین دار لڑکی کا انتخاب کرے اور پھر اس کے گھر والوں سے مل کر معاملہ کو پکا کرلے، پھر انتہائی سادگی سے مسجد میں مسجد کے آداب واحترام کا خیال رکھتے ہوئے نکاح کی تقریب منعقد کی جائے اور اپنی وسعت کے مطابق مہر مقرر کرے اور یہ کوشش کرے کہ بیوی سے پہلی ملاقات ہونے سے پہلے مہر ادا کردے، اور نکاح کے بعد جب بیوی کی رخصتی ہوجائے اور شبِ زفاف بھی گزر جائے تو اب مسنون طریقہ پر ولیمہ کرے، اس میں

نام ونمود کی نیت نہ ہو، محض اتباعِ سنت مقصود ہو۔اور اس سلسلہ میں رسوم ورواج سے کلی طور پر بچنے کی کوشش کریں اور یہ خیال رہے کہ شادی جتنی سادگی کے ساتھ کی جائے گی، اس میں اتنی زیادہ خیر وبرکت ہوگی۔([50])

دارالعلوم دیوبند کے ایک فتوی میں شادی کا شرعی طریقہ اس طرح لکھا گیاہے کہ:

نکاح اور شادی کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ جب شادی کا ارادہ ہو بلاکسی خاص برات اور بری وغیرہ کے اہتمام کے چند آدمیوں میں ایجاب وقبول کرادے (جس کی تفصیل یہ ہے کہ نکاح کا مسنون خطبہ پڑھنے کے بعد عورت کا نام مع ولدیت لے کر مرد سے کہے ”میں نے فلاں بنت فلاں کا نکاح تمہارے ساتھ بعوض مہر مبلغ اتنے روپئے کیا“ کیا تم نے قبول کیا؟ مرد جواب میں کہے ”میں نے اس کو قبول کیا“۔خود عورت یا اس کے ولی یا اس کے وکیل کی اجازت کے بعد جب دو گواہوں کے سامنے مرد نے قبولیت کے الفاظ ادا کردیے، نکاح ہوگیا) پھر اگر وسعت ہو تو چھوہارے تقسیم کرایے جائیں۔دلہن کودولہا کے گھر بھیج دیا جائے اور جو کچھ دلہن کو بطور صلہ رحمی دینا منظور ہو بلاکسی شہرت اور نمود کے خواہ اس کے ساتھ یا بعد میں بھیج دیا جائے۔مہر حسب استطاعت ہو، شرعاً مہر

---

(50) فتاوی قاسمیہ

کی کم سے کم مقدار دس درہم ہے اس سے کم درست نہیں۔شب زفاف کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ پہلی ملاقات کے وقت پیشانی کے بال پکڑ کر یہ دعا پڑھے:

اللهم إني أسئلک من خيرها وخير ما جبلتها وأعوذ بک من شرها وشر ما جبلتها عليه

اس کے بعد دو رکعت شکرانہ کی نماز پڑھیں، مرد آگے کھڑا رہے عورت پیچھے، نماز کے بعد خیر وبرکت، مودت ومحبت کے لیے دعا کریں، بوقتِ صحبت قبلہ کی طرف رخ نہ کرے، سر ڈھانک لے، بالکل برہنہ نہ ہو، بقدر ضرورت ستر کھولے، پردہ کا کامل خیال رکھے، کسی کے سامنے حتی کہ بالکل ناسمجھ بچہ کے سامنے بھی صحبت نہ کرے، جب صحبت کا ارادہ کرے تو اولاً بسم اللہ پڑھے، پھر یہ دعا پڑھے:

”اللهم جنبنا الشيطان وجنب الشيطان ما رزقتنا“

انزال کے وقت دل میں دعا پڑھے:

”اللهم لا تجعل للشيطان فيما رزقتنا نصيبا“۔

صحبت سے فراغت کے بعد یہ دعا پڑھے:

”الحمد الله الذي خلق من الماء بشرا وجعله نسبًا وصهرًا . .

مزید تفصیل کے لیے بہشتی زیور باب (٦) اور ”اسلامی شادی“ کتاب کا مطالعہ کریں۔

شریعت میں ولیمہ کی حیثیت

ولیمہ ایک مسنون دعوت ہے جو رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے کی خوشی میں مسلمان مرد کی طرف سے کی جاتی ہے۔ رشتہ داروں، دوستوں اور پڑوسیوں کی دعوتِ طعام کرنے سے خوشی کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے اور نئے گھر کے آغاز پر خاندان مل کر اظہار محبت کرتے ہیں، ناداروں اور مفلسوں کو کھانا کھلانے سے وہ بھی اس خوشی میں شریک ہو جاتے ہیں جس سے برکت حاصل ہوتی ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ مبارکہ میں رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اخراجات کی ترتیب بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو، پھر اگر کچھ بچے تو اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو، پھر اگر اپنے اہل وعیال سے کچھ بچے تو اپنے رشتہ داروں پر اور اگر رشتہ داروں سے بھی کچھ بچ جائے تو ادھر ادھر اپنے سامنے، دائیں بائیں والوں پر خرچ کرو۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلْ مَا أَنفَقْتُم مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالأَقْرَبِينَ وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللّهَ بِهِ عَلِيمٌ.(51)

---

(51) البقرۃ: 215

آپ سے پوچھتے ہیں کہ (اللہ کی راہ میں) کیا خرچ کریں، فرما دیں: جس قدر بھی مال خرچ کرو (درست ہے)، مگر اس کے حق دار تمہارے ماں باپ ہیں اور قریبی رشتہ دار ہیں اور یتیم ہیں اور محتاج ہیں اور مسافر ہیں، اور جو نیکی بھی تم کرتے ہو بیشک اللہ اسے خوب جاننے والا ہے۔

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاعْبُدُواْ اللّهَ وَلاَ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبَى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ مُخْتَالاً فَخُورًا.[52]

اور تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں (سے) اور نزدیکی ہمسائے اور اجنبی پڑوسی اور ہم مجلس اور مسافر (سے)، اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو، (ان سے نیکی کیا کرو)، بیشک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبرّ کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو۔

سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد ہے:

وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلاَ تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا.[53]

---

(52) النساء:36

(53) بني اسرائيل:26

اور قرابت داروں کو ان کا حق ادا کرو اور محتاجوں اور مسافروں کو بھی (دو) اور (اپنا مال) فضول خرچی سے مت اڑاؤ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ، رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ولیمہ کا احوال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مَا اَوْلَمَ رَسُولُ اللهِ عَلَى امْرَاَةٍ مِنْ نِسَائِهِ اَكْثَرَ اَوْ اَفْضَلَ مِمَّا اَوْلَمَ عَلَى زَيْنَبَ فَقَالَ ثَابِتٌ الْبُنَانِيُّ بِمَا اَوْلَمَ؟ قَالَ اَطْعَمَهُمْ خُبْزًا وَلَحْمًا حَتَّى تَرَكُوهُ.(54)

”حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب کے ولیمہ سے بڑھ کر اور عمدہ ولیمہ کسی اور زوجہ سے نکاح کے موقع پر نہیں کیا، راوی نے پوچھا حضور نبی اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ولیمہ میں کیا کھلایا تھا، انہوں نے کہا لوگوں کو اس قدر روٹیاں اور گوشت کھلایا کہ لوگوں نے کھانا چھوڑ دیا۔“

رسول اکرم صلیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسے ولیمے کو بدترین قرار دیا جس میں اغنیاء کی دعوت کی جائے اور فقراء کو چھوڑ دیا جائے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

(54 **صحيح المسلم**، 2: 1049، رقم: 1428، دار احياء التراث العربي، بيروت

عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّهُ كَانَ يَقُولُ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ يُدْعَى لَهَا الْاَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَکَ الدَّعْوَةَ فَقَدْ عَصَى االلّٰهِ وَرَسُولَهُ.(55)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے بُرا ولیمہ کا وہ کھانا ہے جس میں امیروں کو بلایا جائے اور غریب نظر انداز کر دیے جائیں۔ نیز جو دعوت کو قبول نہ کرے اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی۔"

اس لیے حسبِ استطاعت دعوتِ ولیمہ کا انتظام کیا جائے اور رشتہ داروں، دوستوں، ہمسایوں، غرباء، مساکین اورر مستحقین کو دعوتِ ولیمہ میں شامل کیا جائے۔ تمام وسائل نمود و نمائش پر خرچ کرنے اور قرض اٹھا کر دکھاوے کے لیے بڑی بڑی دعوتوں سے اجتناب کیا جانا چاہیے۔

دعوتِ ولیمہ کے اہم سوالات کے جوابات

☆۔۔۔ مسنون ولیمہ یہ ہے کہ جس رات میاں بیوی کی پہلی خلوت ہو، اس سے اگلے دن حسبِ توفیق کھانا کھلایا جائے، مگر اس میں نمود و نمائش کرنا، قرض لے کر زیر بار ہونا اور اپنی وسعت سے زیادہ خرچ کرنا منع ہے، نیز اس موقع پر فقراء و مساکین کو بھی کھلایا جائے۔

(55) صحیح البخاری، 5: 1985، رقم: 4882، بیروت، لبنان: دار ابن کثیر ، الیمامة

☆۔۔۔نکاح کے موقع پر دعوت کا اہتمام مسنون نہیں، بخوشی کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، البتہ رخصتی کے بعد ولیمہ مسنون ہے، نیز نکاح اور ولیمہ کی دعوت کو یک جا بھی کیا جاسکتا ہے، لیکن اصطلاحاً اس دعوت کو ولیمہ کہا جاتاہے جو رخصتی (شب زفاف) کے بعد ہو، اس سے پہلے کی دعوت سے سنتِ ولیمہ ادا نہیں ہوگی۔

☆۔۔۔جس ولیمہ میں فخر ومباہات اور نام ونمود کا پہلو غالب ہو، سنت کی حیثیت بہت ہی مغلوب نظر آئے اس ولیمہ کی دعوت قبول کرنا مکروہ ہے، امام ابوداود نے حضرت بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث نقل فرمائی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فخر ومباہات والوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایاہے۔

☆۔۔۔جس ولیمہ میں مردوں اور عورتوں کا بے محابا اختلاط ہو، کھڑے ہوکر کھانا کھایا جاتا ہو، ویڈیوز اور فلمیں بنائی جارہی ہوں، رقص وسرود کی محفل ہو، ایسے ولیمہ میں جانا کسی طرح بھی جائز نہیں، اگر کوئی چلا گیا اور بعد میں اسے یہ خرافات دیکھنے کو ملیں تو اب اگر وہ کوئی عام شخص ہے تو بیٹھ کر کھانا کھانا جائز ہے، البتہ اگر ان کو روکنے کی طاقت رکھتا ہو تو روکے ورنہ صبر کرے اور اگر کوئی عالم دین ہو تو وہ انتظام کرنے والوں کو منع کرے، اگر وہ بعض نہ آئیں تو یہ وہاں سے اٹھ کر چلا جائے۔

☆۔۔۔میاں بیوی کی یکجائی کے بعد ولیمہ کیا جاسکتا ہے، ہم بستری شرط نہیں۔

☆۔۔۔ولیمہ میں اصل سنت یہ ہے کہ میاں بیوی کی رخصتی سے اگلے دن کیا جائے،البتہ مجبوری کی وجہ سے ایک دوروز تاخیر ہو جائے تو بھی حرج نہیں۔

شادی کی مختلف تقریبات میں ہونے والی جدید رسمیں اور ان کی شرعی ومعاشرتی قباحتیں

شریعت نے نکاح کو بہت آسان بنایاہے لیکن لوگ اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر ایسی رسومات و خرافات کاارتکاب کرتے ہیں کہ وہ شریعت کی نظر میں بھی قبیح ہیں،اللہ کے غضب کو دعوت دیتی ہیں اور معاشرتی طور پر بھی اس کے نقصانات ہیں،ذیل میں ہم چندبڑی رسوم کا تذکرہ مختصر انداز میں کرتے ہیں تاکہ ان رسومات وخرافات سے خود بھی بچا جائے اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کی جائے تاکہ ہمارے معاشرہ میں نکاح شریعت کے مطابق رواج پائے اور ہر بندہ سہولت وآسانی کے ساتھ نکاح کااہم فریضہ انجام دے سکے اور معاشرہ میں اس کی ناک بھی نہ کٹے۔

فنکشن کی رسم

فنکشن کی رسم کامطلب یہ ہے کہ شادی کے بعد خصوصی طور پر ایک پروگرام طے کیاجاتاہے جس میں مردوزن کابے محابااختلاط ہوتاہے،نوجوان لڑکے اور لڑکیاں موسیقی کی دھنوں اور ڈھولک کے شور میں بے ڈھنگے پن سے ناچتے اور گاتے ہیں، تماشائی خوب اودھم مچاتے، بے ہودہ فقرے کستے، مزید اس پر ہنستے، قہقہے لگاتے اور زور زور سے تالیاں اور سیٹیاں

بجاتے ہیں، اس قسم کی حرکتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ گویا شرم و حیاء بالکل ختم ہوچکی ہے،اس فنکشن میں ایک توڈھول بجایا جاتا ہے جو حرام ہے،دوسرا عورتیں گاتی ہیں جس میں ایک توعورت کی آواز کا نامحرم تک پہنچنا شرعاًدرست نہیں اور پھر وہ بھی گانے کی آواز، تیسرا یہ کہ ایسے محبت کے اشعار ہوتے ہیں جن سے نوجوان لڑکے لڑکیوں کے دلوں میں ناجائز محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں،اس سے معاشرہ میں فساد کے علاوہ اور کچھ نہیں،اس لیے خود بھی ایسی رسموں سے بچا جائے اور دوسروں کو بھی دین کی درست تعلیم دیں۔

اگر کوئی شخص ایسے رسومات سے روکنے کی کوشش کرتا ہے تو آگے سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے بیٹی یا بیٹے کی خوشی دی ہے، کیا اس کا اظہار ہم نہ کریں؟ ارے میاں! اسلام میں یہ خوشی منانے کا طریقہ نہیں ہے بلکہ اللہ تعالی نے ایسے موقع پر خوشی بصورت شکر لانے کا حکم دیا ہے،ایسے موقع پر اللہ کا شکر بجالایا جائے اور بیٹی بیٹے کے لیے دعا کی جائے کہ اللہ تعالی انہیں صحت وعافیت کے ساتھ محبت بھری زندگی گزارنے کی توفیق نصیب فرمائے ،ایسا نہ ہو کہ شادی میں تو رقص وسرود کی خوب محفل رہی لیکن چوتھے دن وہ جھگڑا کرکے میکے آجائے،اور مزید آٹھ دن کے بعد تین طَلَاق کا پرچہ آپہنچے اور ساری خُوشیاں دھول میں مِل جائیں یا دُھوم دَھام سے ناچ گانوں کی دَھماچَوکڑی میں بیاہی ہوئی دُلہن 9 ماہ کے بعد پہلی ہی زَچگی میں موت کے گھاٹ اُتر جائے یا خُدانخواستہ دُولھا شادی سے پہلے یا چند ہی روز کے بعد دُنیا سے چل بسے کیوں کہ موت کہہ کر نہیں آتی۔

کھڑے ہو کر کھانا کھانے کا رواج

شادی بیاہ میں ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر کھانے اور بوفے سسٹم کا رواج بھی ہے ،جب کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نیز حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور حضرات اکابر وصلحائے امت کا معمول مبارک اورعادتِ شریفہ بیٹھ کر دسترخوان بچھاکر اس پر کھانا رکھ کر کھانا کھانے کا رہا ہے، بلکہ اب تک ہے، آج کل مسلمانوں میں جو اسٹینڈنگ (کھانا کھڑے کھڑے ہو کر کھانے کا) رواج چل پڑا ہے یہ مکروہ ہے، مسلم شریف میں ہے:

عن النبي صلى الله عليه وسلم نهى أن يشرب الرجل قائمًا قال قتادة فقلنا فالأكل فقال ذاك أشر وأخبث

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے رِوایت ہے کہ رسولُ اللہ ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا کہ آدمی کھڑے ہو کر پانی پیئے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم نے پوچھا: کہ کھڑے ہو کر کھانے کا کیا حکم ہے؟ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کھڑے ہو کر پینے سے بھی زیادہ بُرا ہے۔[56]

---

(56) النیسابوری، ابوالحسین، مسلم بن الحجاج، **صحیح المسلم**:1600/3، رقم الحدیث:113، ط، داراحیاء التراث العربی، بیروت

پس شادی وغیرہ جیسی تقریبات کہ جن میں پورا انتظام کھڑے ہوکر کھانے کھلانے کا ہو اور چند کرسیاں رکھ دیتے ہوں ان میں شرکت سے اجتناب ہی کرنا چاہیے اور حکمت وبصیرت سے اس رواج کو بدل کر بیٹھ کر کھانا کھلانے کے انتظام کرنے پر مسلمانوں کو آمادہ کرنا چاہیے۔

عام حالات میں چلتے پھرتے کھانا پینا مکروہ ہے، البتہ مجبوری ہو یا بیٹھنے کی جگہ نہ ہو تو کھڑے ہوکر کھانے کی گنجائش ہے، اسی طرح اگر کھانا تو بیٹھ کر ہی کھایا جائے، ایک آدھ لقمہ کھڑے کھڑے چکھ یا کھالیا جائے، یا بطورِ تفکہ ولذت استعمال ہونے والی اشیاء (پھل، چاکلیٹ وغیرہ) میں سے کچھ چلتے پھرتے کھا لی جائے تو اس کی گنجائش روایات میں موجود ہے، تاہم اس کا معمول بنانا خلافِ مروت ہے، لہٰذا کھڑے ہوکر کھانے کی عادت بنانا اور تقریبات میں صرف کھڑے ہوکر کھانے کی ترتیب رکھنا اسلامی آداب کے خلاف اور مکروہ ہے۔

آتش بازی کا رواج

شادی کی رسومات میں سے ایک خطرناک رسم آتش بازی ہے اور بسا اوقات آتش بازی کے ساتھ فائرنگ بھی ہوتی ہے، اس کی ایک قباحت تو یہ ہے کہ اس میں مال کا ضیاع ہے، کتنے ہی پیسے پٹاخے وغیرہ خریدنے میں لگائے جاتے ہیں اور آج کل تو پٹاخوں کے بجائے ہوا میں آگ اڑانے کے لیے کئی مہنگے مہنگے طریقے آچکے ہیں، اس آتش بازی میں بہت زیادہ پیسے ضائع کیے جاتے ہیں جبکہ قرآن

کریم نے فضول خرچی کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے،دوسری قباحت یہ ہے کہ بسا اوقات فائرنگ کرنے سے انسانی جان کے ضیاع کا خطرہ ہوتا ہے جو کہ حرام ہے، تیسرا یہ کہ پڑوس میں جو لوگ بیمار ہیں، یا عورتیں، بچے ہیں، پٹاخے پھٹا پھٹا کر ان کو تکلیف دی جاتی ہے اور بسا اوقات پوری پوری رات ان کو سونے نہیں دیا جاتا، یہ سب کچھ شریعت کی نظر میں حرام ہے۔

مائیوں، اُبٹن اور مہندی کی رسم

شادی کی ایک رسم یہ ہے کہ گھر میں برادری اور کنبہ کی عورتیں جمع ہو کر لڑکی کو علیحدہ مکان میں معتکف کر دیتی ہیں جو مائیوں بٹھلانا کہلاتا ہے[57]، یہ ہندوانی رسم ہے، دوسری رسم ابٹن لگانا ہے ، یہ ایک کریم ہے جو دلہا دلہن کے جسم کو نرم اور خوبصورت بنانے کے لیے لگائی جاتی ہے، صرف مائیوں بٹھانا یا ابٹن لگانے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن اس میں جو خرافات پیدا کر لی گئیں ہیں، ان کی وجہ سے اب مائیوں بٹھانا یا ابٹن لگانے کو جائز نہیں قرار دیا جاسکتا۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ رسم یعنی مائیوں بٹھانا بھی مرکب چند خرافات سے ہے، اول اس کے علیحدہ بٹھلانے کو ضروری سمجھنا خواہ گرمی ہو، حبس ہو، گو جالینوس وبقراط بھی

---

(57) حکیم الامت، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، **اصلاح الرسوم**:67، ط مکتبہ رحمانیہ، لاہور

کہیں کہ اس کو کوئی بیماری ہو جائے گی، مگر کچھ ہی ہو، یہ فرض قضانہ ہو، وہی غیر ضروری کو ضروری سمجھنا یہاں بھی جلوہ افروز ہے۔(58)

ان خرافات میں سے ایک تو یہ ہے کہ آج کل مردوزن کا بے محابا اختلاط ہوتا ہے، غیر محرم عورتوں کے ذریعہ بڑی بے حیائی اور بے شرمی کے ساتھ یہ عمل کرایا جاتا ہے۔

دوسرا یہ ہے کہ نامحرم جوان لڑکیاں دلہا کے ہاتھ پر مہندی لگاتی ہیں جب کہ مہندی لگانا ہی مرد کے لیے درست نہیں اور پھر وہ بھی نامحرم لڑکیوں سے لگوانا۔

تیسرے یہ کہ کسی سے عشقیہ و فسقیہ اشعار یا تو خود گنگناتی ہیں یا پھر اس قسم کے سنگیت کی دُھنوں میں یہ رَسْم ادا کرتی ہیں ، کہیں کہیں دُلہن کی بہنیں دُولھا کو اُبٹن لگاتی ہیں ، اب تو اس میں مزید جِدّت آگئی ہے کہ مائیوں کی رَسْم کیلئے دُولھا اور دُلہن ایک ہی جگہ اکٹھے ہوتے ہیں بلکہ جن لوگوں کی دولت سر چڑھ کر بولتی ہے وہ یہ رَسْم " شادی ہال " میں کرتے ہیں جہاں دُولھا دُلہن کو منچ (Stage) پر بٹھایا جاتا ہے اور دونوں خاندانوں کے مرد اور عورتیں جن میں بہت سے ایک دوسرے کیلئے نامَحْرَم ہوتے ہیں ، اپنے ہاتھ سے دُولھا اور دُلہن کو مٹھائی کھلاتے اور ساتھ بیٹھ کر مُووی بھی بنواتے ہیں۔لہٰذا اس طرح کی مائیوں اور اُبٹن سراسر ناجائز ہے اور اس سے بچنا لازم ہے۔

---

(58) حوالہ بالا

چوتھی قباحت یہ ہے کہ اس میں ہلدی ایک دوسرے پر پھینکی جاتی ہے جو رزق ہے اور رزق کی توہین کی کسی طرح اجازت نہیں دی جاسکتی، اللہ تعالی نے ہمیں رزق کھا کر اس پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اسراف کرنے یا توہین کرنے سے بچنے کا حکم دیا ہے۔

پانچویں قباحت یہ ہے کہ اس میں ہندوؤں کی نقالی اور مشابہت ہے، چھٹی یہ ہے کہ جو رشتہ دار اس رسم بد میں شرکت نہیں کرتے انہیں طعنے کسے جاتے ہیں، ان کی غیبت کی جاتی ہے اور ساتویں یہ ہے کہ اس میں پیسوں کا ضیاع ہے، حاصل یہ کہ شادی کی یہ رسم بد اخلاقیوں کا مجموعہ ہے، ایسی رسموں سے اجتناب لازم ہے۔

جوتا چھپائی کی رسم

اس رَسْم میں دُلہن والوں کی طرف سے جوان لڑکیاں خصوصاً سالیاں دولہے کے جوتے چُھپادیتی ہیں اور پھر دُولھا اُن سے جوتے مانگتا ہے تو وہ دولہے کے ساتھ ہنسی مذاق اور بے تکلّفی کا مُظاہَرہ کرنے کے علاوہ مُنہ مانگی رقم کا مُطالَبہ بھی کرتی ہیں جسے پورا کئے بغیر جُوتا واپس نہیں ملتا۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ” شاباش! ایک تو چوری کریں اور اُلٹا انعام پائیں، اول تو ایسی مہمل ہنسی کہ کسی کی چیز اُٹھائی - چھپادی- حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے(۱)، پھر یہ کہ ہنسی دل لگی۔

یہ رسم بہت ہی قبیح اور قابلِ ترک ہے،اس میں درج ذیل مفاسد واضح طور پر پائے جاتے ہیں:

1۔نامحرم (سالی) سے ہنسی مذاق ناجائز اور حرام ہے۔

2۔جبراً پیسے وصول کرنا اور کسی کی دلی رضامندی کے بغیر اس کے پیسے استعمال کرنا بنص قطعی حرام ہے۔

3۔غیروں کی رسم ہے اور غیروں سے مشابہت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

ہر مسلمان کو ان افعال کا ارتکاب کرنے سے پہلے سوچنا چاہیئے کہ وہ کس بے حیائی اور گناہ کا ارتکاب کررہا ہے؟اس طرح کی بیہودہ رسوم اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہیں،لہٰذا ان سے کلی طور پر اجتناب کیا جائے اور اعزہ واقارب کو ان کی قباحتیں بیان کرکے انہیں ترک کرنے کی ترغیب دی جائے۔

سرمہ لگائی رسم

عام حالات میں سرمہ لگانا سنت ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سوتے وقت سرمہ لگاتے تھے(59) اور ترغیب بھی دی ہے، لیکن ہمارے زمانہ میں شادی کے وقت اس کو گناہ کا ذریعہ بنالیا گیا،چنانچہ جب

---

(59) الشیبانی،ابوعبداللہ،احمد بن محمد،**مسند الامام احمد بن حنبل**:343/5، ط مؤسسة الرسالة

دولہا بارات کے ساتھ جانے لگتا ہے تو نہا دھو کر آتا ہے،اس کے بعد اس کی بھابھی اس کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے۔

یہ ایک رسم ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے، خاص کر جب اس میں ایک ناجائز کام ”بھابھی کا اپنے دیور کی آنکھوں میں سرمہ ڈالنا“ کا ارتکاب بھی لازم آرہا ہو، حالاں کہ بھابھی دیور کے لیے غیر محرم ہے، اور غیر محرم اور اجنبیات سے میل ملاپ، بات چیت کرنا اور ان کو دیکھنا حرام ہے ، او ر بھابھی کو ان سے پردہ کرنا شرعاً واجب ہے، تو ا ن کی آنکھوں میں سرمہ ڈالنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ بلکہ حدیث شریف میں تو دیور کو بھابھی کے لیے موت قرار دیا گیا ہے۔

لہٰذا ایسی غلط او رناجائز رسومات سے خود بھی بچیں ،اور دوسروں کو بھی منع کریں۔

چاول یا گندم وغیرہ پھینکنے کی رسم

ہمارے ایک دوست نے بتایا کہ بعض جگہوں میں چاول یا گندم دلہن اپنے پاؤں سے یا لوگ دلہن کی طرف پھینکتے ہیں،اس رسم کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں بلکہ رزق کی توہین ہے،اس سے بچنا لازمی ہے۔

دودھ پلائی کی رسم

اس رسم کا طریقہ کار یہ ہے کہ دولہے کو نامَحرَم خواتین کے مجمع میں بلایا جاتا ہے، عموماً اِس موقع پر اُس کے دوست بھی اُس کے ساتھ ہوتے ہیں ، پھر کوئی نامَحرَم نوجوان لڑکی اپنی ہمجولیوں کے جُھرمَٹ میں آکر دولہے کو دُودھ کا گلاس پیش کرتی ہے اور پھر ہلہ گلہ ہوتا ہے اور دُولھا اور اس کے دوست نامَحرَم لڑکیوں کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے ہیں ، پھر دولہے سے دُودھ پلائی (یعنی رقم) کا مُطالَبہ کیاجاتا ہے ایسے موقع پر بے پردگی کے علاوہ بھی بہت سی بیہودگیاں ہوتی ہیں۔اور بعض خاندانوں میں دُودھ پلائی کی رَسُم ادا کرنے والی عورتیں اس وقت تک بارات کو رُخصت نہیں ہونے دیتیں جب تک دُولھا اُن کو پیسے نہ دے۔

واضح رہے کہ " دودھ پلائی" ہندوؤں اور غیر مسلموں کی ایک رسم ہے جو بہت سارے گناہوں کا مجموعہ ہے، او ر مسلمانوں کے معاشرے میں رواج پاگئی ہے، اس رسم کا قرآن وسنت او راسلام سے کوئی تعلق نہیں ، اس رسم کی ادائیگی میں کفار سے مشابہت بھی لازم آتی ہے جس کی احادیث مبارکہ میں سخت ممانعت وارد ہوئی ہے ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا کل قیامت کے دن انہی میں سے ہو گا۔"

دودھ پلانے والی عورتیں عموماً دولہا کی غیر محرم ہوتی ہیں (اگر محرم ہوں تب بھی غیر مسلموں سے مشابہت کی وجہ سے ناجائز اور حرام ہے)، ان کا دولہا کے سامنے بے پردہ آنا، دودھ پیش کرنا، دولہا سے پیسوں کا مطالبہ کرنا، اور نہ ہونے یا نہ دینے پر عار دلانا سب ناجائز اور حرام ہے، او راگر دولہا پیسے دے دے تو چوں کہ عار دلا کر بلاطیبِ خاطر یہ پیسے وصول کیے جاتے ہیں ، لہٰذ اس سے مکمل اجتناب لازم اور ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ان رسموں سے ہماری حفاظت فرمائے ،اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع نصیب فرمائے۔ آمین(60)

نیوتہ کی رسم

شادی کی تقریب میں صاحبِ تقریب کو بطورتحفہ یا ہدیہ کوئی چیز یا نقد رقم دینا جس میں ریا، نام ونمود اور واپس لینے کی نیت نہ ہوجائز ہے گناہ نہیں، لیکن آج کل شادی بیاہ کے موقع پر تقریبات میں نیوتہ (جس کو نیندرا یا بھاجی بھی کہا جاتا ہے، یہ رقم ایک مسلمان بھائی کی شادی کے موقع پر اس کی امداد کے طور پر دی جاتی ہے اور پھر جب اس کے دینے والے کے ہاں شادی کا پروگرام ہوتا ہے تو اس کو اسی طرح یا کہ اس سے اوپر واپس دی جاتی ہے۔) کے

---

(60) دارالافتاء جامعہ فاروقیہ کراچی

نام سے جو رسم جاری ہے اس میں متعدد مفاسد پائے جاتے ہیں جس کی وجہ سے فقہاء نے اسے منع کیاہے۔

ان میں سے کچھ مفاسد ذکر کئے جاتے ہیں۔

1۔اس رقم کا باقاعدہ حساب رکھاجاتا ہے اور دینے والے کے ہاں تقریب ہونے کی صورت میں دی ہوئی رقم کے برابر بلکہ اس سے زیادہ دینے کا اہتمام کیاجاتا ہے ،اس لحاظ سے اس رقم کو تحفہ یا ہبہ نہیں کہہ سکتے ، بلکہ یہ قرض ہے۔اس کے قرض ہونے کی صورت میں متعدد مفاسد پائے جاتے ہیں۔

(الف) بلا ضرورت قرض لیا جاتا ہے ،

(ب) قرض کو استطاعت کے وقت فوراً ادا کرنا چاہیے لیکن اس میں دینے والے کے ہاں تقریب ہونے کا انتظار کیا جاتا ہے ، تو بعض اوقات لینے والے کی موت کی صورت میں یہ قرض ادائیگی کے بغیرہ رہ جاتا ہے۔

(ج) یہ مشروط ہوتا ہے کہ ، کیونکہ جب واپس ادا کیاجاتا ہے تو لی گئی رقم سے زائد ہی واپس کیاجاتا ہے ،اور اگر کم یا برابر واپس کیاجائے تو اس کو برا سمجھا جاتا ہے ،ا ور یہ واضح ہو کہ لی گئی رقم سے زائد دینے کی صورت میں یہ " کل قرض جر نفعاً فھو ربا " کے تحت داخل ہو کر سود ہو گا اور سود کا لینا دیان جائز اور حرام ہے۔

(د) یہ رقم معاشرے اور رواج کے جبر سے لی دی جاتی اس لیے کہ اس رسم پر عمل نہ کرنے کی صورت میں طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، یا کم از کم گری ہوئی نظروں سے دیکھاجاتا ہے اوراس طرح سے کسی کی دلی خوشی کے بغیر کسی کا مال حاصل کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(ھ) اس میں ریاونمود ہوتی ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔

2۔ دیکھاجائے تو یہ رسم عقلاً بھی درست نہیں کیونکہ شادی ، بیاہ خوشی کے مواقع ہیں اور ان خوشی کے مواقع میں صاحب تقریب اظہار مسرت کے طور پر دعوت کا اہتمام کرتا ہے اب اس دعوت کا عوض وصول کرنا عقل سلیم کے نزدیک بھی باعث عار ہے ، حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ العزیز معارف القرآن میں "وَمَا آتَيْتُم مِّن رِّبًا لِّيَرْبُوَ فِي أَمْوَالِ النَّاسِ" کی تفسیر میں اس رسم کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اس آیت سے ایک بری رسم کی اصلاح کی گئ جو عام خاندانوں اوراہل قرابت میں چلتی ہے وہ یہ ہے کہ عام طور پر کنبے رشتے کے لوگ جو کچھ دوسرے کو دیتے ہیں ،اس پر نظر ہوتی ہے کہ وہ بھی ہمارے وقت پر کچھ ادا کرے گا۔خصوصاً نکاح ، شادی وغیرہ کی تقریبات میں جو کچھ دیاجاتا ہے ،اس کی یہی حیثیت ہوتی ہے ، جس

کو عرف عام میں نیوتہ کہتے ہیں۔اس آیت میں ہدایت کی گئی ہے کہ اہل قرابت کا جو حق پہلی آیت میں ادا کرنے کا حکم دیاگیا ہے،ان کو یہ حق اس طرح دیاجائے کہ نہ ان پر احسان جتائے اور نہ کسی بدلہ پر نظر رکھے اور جس نے بدل کی نیت سے دیا اس کا مال دوسرے عزیز رشتہ دار کے مال میں شامل ہونے کے بعد کچھ زیادتی لے کر آئے گا تو اللہ کے نزدیک اس کا کچھ درجہ اور ثواب نہیں قرآن کریم نے اس زیادتی کو ربا سے تعبیر کرکے اس کی قباحت کی طرف اشارہ کردیا ہے کہ یہ صورت سود کی سی ہوگئی۔(معارف القرآن ج 6/750)

ان تفصیلات کی روشنی میں یہ واضح ہوگیا کہ شرعاً مذکورہ (نیوتہ کے) لین دین کی رسم ان مفاسد کے ہوتے ہوئے ناجائز ہے لہذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ اس طرح کی رسم بد سے اجتناب کریں،اور اگر اس نیوتہ کی مد میں سے کسی کے ذمے کوئی قرض باقی ہوتو اسے فورا ادا کریں یا صاحب حق سے معاف کرائیں اور کسی دوسرے کے ذمے لینا باقی ہوتو چاہیں تو وصول کرلیں یا اپنی خوشدلی سے معاملہ پاک وصاف کریں۔

یہ ساری تفصیل ان مفاسد ہونے کی صورت میں ہے کہ اگر کہیں یہ مفاسد موجود نہ ہوں بلکہ محض تطییب قلب یا لوجہ اللہ ھدیہ دیاجاتا ہو تو اس کی شرعا ممانعت نہیں ہے ۔

واللہ موفق لما یحب ویرضی وھو ولی التوفیق([61])

شادی ہال یا شادی لان میں نکاح خوانی

آج کل لوگ اپنی شادیاں ، شادی ہال یا شادی لان میں کرنے کو زیادہ رواج دے رہے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے خود اپنے اور اپنی صاحبزادیوں کے نکاح انتہائی سادگی سے ریا ونمود کے بغیر انجام دیئے ، اور امت کو یہ تعلیم دی کہ نکاح مسجدوں میں کریں، اور کم سے کم اخراجات والی شادی کو خیر وبرکت کا ذریعہ قرار دیا ہے، اس لیے شادی ہال یا شادی لان میں شادیاں کرنے اور فضول خرچی سے بچنا مناسب ہے، ہاں! اگر کسی کے متعلقین زیادہ ہوں ، یا وہ اپنے بچے کی اس خوشی کے موقع پر اظہارِ مسرت کے طور پر چھوٹی بڑی دعوت کا انتظام کرے اور ریا ونمود مقصد نہ ہو، اور خرافات سے بچتے ہوئے، یہ دعوت کسی بڑے شادی ہال یا شادی لان وغیرہ میں کرلے، تو اس میں حرج بھی کوئی نہیں ہے۔([62])

---

(61) دارالافتاء دارالعلوم کراچی، ملخصا من التبویب 114/31)

(62) مفتی محمد جعفر :المسائل المھمة فیما ابتلت به العامة:198/5،ط جامعه اسلامیه اشاعت العلوم

بوفے سسٹم کی قباحتیں

اگر آپ غور کریں تو نظر آئے گا کہ آج بوفے کا جو سسٹم ہمارے معاشرہ میں رائج ہے،اس کے اندر کئی قباحتیں،خرابیاں اور بداخلاقیاں وبدتہذیبیاں پائی جاتی ہیں،ذیل میں ہم مختصراًان کا ذکر کرتے ہیں:

☆۔۔۔بوفے سسٹم کی ایک خرابی ،بدتہذیبی ہے یعنی جن شادیوں میں بوفے سسٹم ہوتا ہے اُن میں کھانا شروع ہوتے ہی لوگ معیوب اور بے ڈھنگے انداز میں کھانے پر ٹوٹ پڑتے ہیں ، عُموماً مہذّب نظر آنے والے بھی جن غیر مہذّب حرکتوں کا مُظاہَرہ کرتے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں۔

☆۔۔۔دوسری خرابی حق تلفی ہے ، لوگ کھانا حاصل کرنے کے لئے حد سے بڑھی ہوئی بے صبری کی وجہ سے بوفے پر پہلے سے کھڑے ہوئے لوگوں کو نظر انداز کردیتے ہیں اور کمالِ ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے اُن سے پہلے ہی سامنے والے کے ہاتھ سے چمچا جَھپَٹ کر خود کھانا نکال لیتے ہیں اور یوں حق تلفی کے مرتکب ہوتے ہیں۔

☆۔۔۔تیسری خرابی ایذائے مُسلِم ہے کہ بعض اوقات لوگ بے صبری ، چھینا جھپٹی اور جلد بازی کی وجہ سے دوسروں کے نئے نویلے یا صاف سُتھرے کپڑے داغدار کر بیٹھتے ہیں ، کبھی کبھار تو سالن سے بھری پلیٹ ہی کسی کے کپڑوں پر گر جاتی ہے جس سے نہ

صرف اُسے دوسرے مہمانوں کے سامنے سخت شرمندگی ہوتی ہے بلکہ اُس کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔☆۔۔۔چوتھی خرابی کھانے کا ضائع ہونا ہے ، کیونکہ کھانے کی حرص کی وجہ سے یا بار بار اُٹھنے کی زحمت سے بچنے کیلئے لوگ ضرورت سے زیادہ کھانا اپنی پلیٹ میں نکال لیتے ہیں بلکہ بیک وقت مختلف چیزوں کی ایک ایک پلیٹ بھر کر اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں مگر تھوڑا تھوڑا کھا کر بقیہ کھانا پلیٹوں میں بچا کر چھوڑ دیتے ہیں جس کی وجہ سے مجموعی طور پر اچھا خاصا کھانا ضائع ہوجاتا ہے۔

خُدارا ہوش کیجئے! رزق کی قدر کیجئے !! رزق اللہ عَزَّ وَجَلَّ کی بہت بڑی نعمت ہے ، اسے ضائع ہونے سے بچایئے ، جو کھانا ہماری نادانی کی وجہ سے ضائع ہوجاتا ہے اُس سے کسی بُھوکے کا پیٹ بھر سکتا ہے بلکہ بُھوک سے مرنے والے کی جان بھی بچ سکتی ہے، لہٰذا کہیں بھی کھانا کھائیں تو اُسے ضائع نہ ہونے دیں بلکہ جتنی ضرورت ہو اتنا ہی کھانا پلیٹ میں نکالیں۔شادی وغیرہ کے موقع پر خاص طور پر میزبان کو چاہیئے کہ کھانا کھلانے کا ایسا بندو بست کرے کہ بیان کردہ دیگر خرابیوں سے بھی بچا جاسکے اور کھانا بھی ضائع نہ ہو ، برتنوں کا جُوٹھا کھانا بھی پھینکنے کے بجائے کسی ضرورت مند کو دے دیجئے۔

شادی کے تمام مراحل میں مشترکہ شرعی خرابیاں اور بداخلاقیاں

ذیل میں ہم چند ان خامیوں، خرابیوں، بداخلاقیوں کا تذکرہ کرتے ہیں جن کو شریعت یا تو مطلقاً حرام قرار دیتی ہے یا انتہائی سختی سے ناپسند کرتی ہے اور وہ ہماری شادی کی تمام تقریبات میں پائی جاتیں ہیں، ان خرابیوں کی وجہ سے پورا معاشرہ عدم سکون ، اضطراب اور تکلیف کی لپیٹ میں ہے، ان خرابیوں کو پڑھیں، عمل میں لائیں، آگے پھیلائیں اور ثواب دارین کے مستحق بنیں۔

نمود و نمائش

فی زمانہ جو شخص شادی کی تقریبات میں جتنا زیادہ پیسے خرچ کرے گا اس کو معاشرہ میں اتنی ہی عزت دی جاتی ہے اور شادی کے ختم ہو جانے کے بعد بھی اس گھرانے کے چرچے ہوتے رہتے ہیں، اسی واہ واہ کی تلاش میں ہر شخص کی کوشش ہے کہ وہ دوسرے سے بڑھ چڑھ کر خرچہ کرے اور دوسروں کو مات دے کر آگے نکل جائے، اسی ریا کی وجہ سے وہ مایوں، مہندی، بارات، ولیمہ، مکلاوہ وغیرہ پر آرائش اور کھانے کے اخراجات، بارات اور ولیمے کے دن دولہا اور دلہن کے خصوصی لباس ، برائیڈل میک اپ، فوٹو سیشن اور مووی میکنگ کے اخراجات، اسٹیج کی سجاوٹ اور مختلف تحائف کا لین دین، ان سب چیزوں پر لاکھوں روپے بہا دیے جاتے ہیں۔

شریعت کی نظر میں ریا، دکھاوا اور نمود و نمائش کو حرام قرار دیا گیا ہے، چنانچہ علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ریا کو کبیرہ گناہوں کی فہرست میں ذکر فرمایا ہے(63)، ابن حجر رحمہ اللہ نے ریا کو شرک کے بعد دوسرا بڑا گناہ قرار دیا ہے، قرآن کریم میں ریا کی جا بجا مذمت بیان کی گئی ہے، اسے باعث عذاب اور نیکی کو ضائع کرنے والا عمل قرار دیا گیا ہے، ریا مشرکین اور منافقین کا شیوہ ہے، یہ ان لوگوں کا شیوہ ہے جن کا اللہ تعالی پر ایمان ہی نہیں، حدیث پاک کی رو سے ریاکاروں کے لیے جہنم کی ایک خاص وادی مختص ہے، بعض احادیث میں ریا کو شرک اصغر یعنی چھوٹا شرک اور بعض میں شرک خفی کہا گیا ہے۔

قارئین کرام!

اس لعنت اور حرام کام سے اپنی جان چھڑائیں اور اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ اپنی تمام تقریبات انجام دیں۔

فحاشی و عریانی

شادی کی تمام تقریبات میں شہروں اور دیہاتوں میں بے حیائی کا طوفان برپا ہے، ہر طرف اس کی موجوں نے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے، بڑے بڑے دیندار لوگوں کے گھروں میں شادی جیسے مقدس فریضہ کی انجام دہی کے وقت ناچ گانے، سریلی دھنوں پر نازنینوں کا نامحرموں کے

---

(63) الكبيرة السابعة والثلاثين في كتاب الكبائر للذهبي ص 154 157

سامنے اپنا جسم مٹکانے، مخلوط ماحول میں تصویریں بنانے اور پھر سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرنے، غیروں کی بانہوں میں کھڑے ہو کر اٹھکیلیاں کرنے اور شہوت زدہ نگاہوں سے ایک دوسرے کو تکنے کا عام رواج سا ہو گیا ہے۔

فحاشی کے اس سیلاب کے سامنے اگر مسلمانوں نے بند نہ باندھا تو وقت دور نہیں جب پارسا و فساق سب عذاب کی لپیٹ میں آجائیں، ایک حدیث میں فرمایا کہ جب کسی قوم میں فحاشی عروج میں پہنچ جائے تو پھر اس قوم میں ایسی بیماریاں اور وبائیں آتی ہیں جو ان کے آباء واجداد نے بھی نہیں دیکھی ہوتیں، مستدرک حاکم میں حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"جب زنا اور سود کسی بستی میں پھیل جائیں تو ان بستی والوں نے اپنے نفسوں پر اللہ کا عذاب حلال کر لیا۔"

اللہ پاک نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے :"بیشک جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات پھیلے ان کے لیے دنیا اور آخرت میں درد ناک عذاب ہے او ر اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"[64]

---

(64) سورۃ النور:19

اے مسلم! قبل اس کے اللہ تعالی کا عذاب دن یارات کے وقت آ جائے،توبہ کر لے اور اپنی شادی بیاہ جیسی تمام تقریبات میں باپردہ و باحجاب انتظام کر ،نبی ﷺ کی سیرت کو دیکھ کر پاکدامنی،حیاء،عفت کے ساتھ شادی کر۔

اسراف و تبذیر

شادی کی تمام تقریبات میں اسراف و تبذیر جیسی قابل تحذیر و قابل مذمت خرابی بھی ہے اور اس کا وجود بھی عام ہو گیا ہے،اس حوالہ سے سب سے پہلے تو ہمیں یہ بات اصولی طور پر سمجھنی چاہئے کہ اللہ رب العزت نے ہمیں جو رزق عطا فرمایا ہے اس کا ہمیں مالک و مختار نہیں بلکہ امین بنایا ہے ، مالک و مختار خود اللہ کی ذات ہے ،

امانت سنبھالنے والا تبھی امین کہلا سکتا ہے جب وہ مالک و مختار کی مرضی کے مطابق اس مال میں تصرف کرتا ہے ،اس کے برعکس جو مالک و مختار کے حکم کے بر عکس اپنی خواہش کے مطابق اس مال میں تصرف کرتا ہے وہ امین کے منصب سے گر جاتا ہے اور خیانت کا مرتکب قرار پاتا ہے۔

دوسری اصولی بات یہ سمجھنے والی ہے کہ جب وہ ہمارے اموال کا حقیقی مالک و مختار اللہ تعالیٰ خود ہے تو یہ ہو نہیں سکتا کہ اس نے ہماری رہنمائی کیلئے کوئی پہلو تشنہ چھوڑا ہو ، چنانچہ اللہ نے قرآنِ حکیم اور حضور ﷺ کی سنت و سیرت کے ذریعے ہمیں کامل

راہنمائی فراہم کر دی ہے کہ وہ مال جو ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے اس کو اپنی ذات، اہل خانہ، رشتہ داروں، محروم المعیشت، غریب اور نادار لوگوں پر خرچ کرو اور اس خرچ کرنے میں اعتدال اور توازن برتو، نہ تو بہت زیادہ کنجوسی کرو اور نہ اسراف اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔

اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتے ہیں کہ اے اولاد آدم! کھاؤ، پیو لیکن حد سے زیادہ خرچ نہ کرو کہ وہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، اور ایک جگہ فرمایا کہ اسراف کرنے والے دوزخی ہیں، فرعون کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ وہ اسراف کرنے والوں میں سے تھا، اسراف کرنے والے کو اللہ تعالی ہدایت نہیں کرتا۔

ایک مسلمان، دین اسلام کا پیروں اور نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کے ناطے ہمیں اپنی تمام تر تقریبات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کتنا اسراف ہو رہا ہے اور ہم کسی شرعی خرابی کی طرف جا رہے ہے جس سے گھر آباد ہونے کے بجائے دن بدن اجڑتے جا رہے ہیں۔

رزق کی توہین

شادی کی اکثر تقریبات میں ایسا ہوتا ہے کہ کھانا بہت زیادہ مقدار میں پکایا جاتا ہے، جب وہ بچ جاتا ہے تو اس کے گلیوں، گٹروں، پاؤں کے نیچے پھینک دیا جاتا ہے، پلیٹوں میں سالن یا میٹھا، گلاسوں

میں مشروب یا پانی چھوڑ کر لوگ چلے جاتے ہیں اور پیچھے سے منتظم اس سب کچھ کو نالیوں کے حوالے کر دیتا ہے۔

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جس رزق کی زیادہ مقدار سے آپ مستغنی نہیں ہو سکتے یعنی بھوک کی شدت کے وقت آپ اسے کھاتے ہیں تو اس کی تھوڑی مقدار جب بچ جائے تو اس کی قدر کرنا، حفاظت کرنا یا دوسروں کو دینا تم پر واجب ہے، اس حوالہ سے برتن میں اتنا ہی کھانا ڈالا جائے جتنا کھایا جا سکتا ہو اور اگر بچ جائے تو پھر کسی غریب کو دے دیں، ہم لوگ اس ڈر سے کہ کہیں کھانا ختم ہی نہ ہو جائے، استطاعت سے کہیں زیادہ اپنی پلیٹوں میں بھر کر بیٹھ جاتے ہیں اور پھر وہ ضائع ہو جاتا ہے۔

دوسرے کا مال اس کے دل کی خوشی کے بغیر لینا

نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ کسی شخص کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، جو لوگ دوسروں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں اور بروز حشر ان کو وہ مال دینا پڑے گا، ہماری تقریبات میں یہ رواج چل پڑا ہے کہ دوسرے کا مال جبراً لے لو، دولہے کی مرضی کے بغیر اس سے دودھ پلائی کے پیسے لیے جاتے ہیں، نیوتہ کی رسم میں عرفی جبر کی وجہ سے پیسے جمع کرائے جاتے ہیں، دلہن سے جبراً بھاری جہیز کا مطالبہ کیا جاتا ہے، دوستوں سے تحائف لیے جاتے ہیں، اگر کوئی کسی دوست کو عذر کی وجہ سے نہ دے سکے تو

اسے زندگی بھر ملامت کیا جاتا ہے،اس لیے ہماری گذارش ہے کہ ایسے تمام امور سے بچا جائے، یہ امور نہ شرعاً درست ہیں اور نہ اخلاقاً۔

دوسروں کو تکلیف دینا

نبی کریم ﷺ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ کامل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں، حقیقی مسلمان وہی ہے جو اپنے قول و فعل سے کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے دوسروں کو تکلیف ہو،ہماری شادی کی تقریبات میں بوفے سسٹم سے کھانا لینے کے لیے بے تحاشی دھکم پیل کی جاتی ہے اور بسا اوقات کسی کے نئے کپڑوں پر کھانا گر جاتا ہے،اسی طرح منتظم لوگوں کو وقت سے پہلے بلا کر اتنی تاخیر کر دیتا ہے ہے کہ بندہ جاکر پریشان ہی ہو جاتا ہے،لوگ اپنے ہزاروں کام چھوڑ کر آپ کے پاس آئے ہیں تو انہیں حد سے زیادہ انتظار کروانا اچھی بات نہیں ہے، نیز آپ نے جو وقت ان کو بتایا ہے اس سے بغیر عذر کے تاخیر کرنا وعدہ خلافی ہے اور بعض لوگ وقت سے پہلے جاکر بیٹھ جاتے ہیں جس منتظم کو پریشانی ہوتی ہے کہ کھانا تو ابھی تیار نہیں ہوا، میں کیسے ان کو کھلاؤں۔

سادگی والی شادی کے چند نمونے

ہمارے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شادیاں، آپ ﷺ کی پیاری بیٹیوں کا نکاح اور صحابہ کرام کا نکاح نمونہ ہے ، رسول اللہ ﷺ نے اپنی چار صاحب زادیوں کی شادی کی،ان

میں سے ام کلثوم اور حضرت رقیہ کو کسی قسم کا جہیز دینا ثابت نہیں ہے ، البتہ حضرت زینب کو حضرت خدیجہ نے اپنا ایک ہار دیا تھا، جو جنگ بدر میں حضرت زینب نے اپنے شوہر ابو العاص بن ربیع کو چھڑوانے کے لیے بطور فدیہ بھجوایا تھا، جسے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ کے بعد واپس بھجوایا، حضرت فاطمہ کو حضرت علی نے مہر میں ایک ڈھال دی تھی، جسے فروخت کرکے رسول ﷺ نے حضرت فاطمہ کو گھر کا ضروری سامان پانی کا مشک، تکیہ اور چادر بنوا کر دیا۔

خیبر کے موقع پر سفر کی حالت میں رسولِ کریم ﷺ نے جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو اپنے حِبالۂ عَقد میں لیا تو کس قدر سادگی سے ولیمہ کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے :

رسولِ اکرم ﷺ نے خیبر و مدینہ کے درمیان (صَہباء کے مقام پر)اُمُّ المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہاکے زِفاف کی وجہ سے تین راتوں تک قیام فرمایا ، میں مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت میں بُلالایا ، ولیمہ میں نہ روٹی تھی اور نہ ہی گوشت ، صرف یہ ہوا کہ رسولُ اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دسترخوان بچھانے کا حکم دیا ، دسترخوان بچھا دیئے گئے تو اُن پر کھجوریں ، پنیر اور گھی رکھ دیا گیا(ان چیزوں کے ذریعے دعوتِ ولیمہ ہوئی)۔

اسی طرح جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ نے اپنے حرم شریف میں لیا تو ایک پیالہ دُودھ سے صحابہ ٔکرام کی دعوتِ ولیمہ فرمائی،بعض ازواجِ مطہرات ا ولیمہ تو

آپ ﷺ نے صرف دو مُدّ جَو کے ذریعہ کردیا تھا (حالانکہ دو مُد آدھا صاع یعنی صرف سوا دوسیر ہوتا ہے)۔

آپ ﷺ نے اپنے تمام ولیموں میں سے جو سب سے بڑی دعوتِ ولیمہ فرمائی وہ بھی ایک بکری کے گوشت سے زیادہ کی نہ تھی جیساکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولُ اللہ ﷺ نے جتنا بڑا ولیمہ حضرت زینب بنتِ جَحْش رضی اللہ عنہا کو حِبالۂ عَقد میں لینے کے موقع پر کیا تھا اتنا بڑا ولیمہ تمام ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا بھی نہیں تھا اور وہ بڑا ولیمہ پوری ایک بکری کے ذریعہ کیا گیا تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار چوٹی کے مالدار صحابہؓ میں ہوتا تھا، دولت ان پر برستی تھی، مکے سے خالی ہاتھ آئے تھے لیکن جب ان کے انصاری بھائی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے اپنا نصف مال ان کو پیش کیا تو انہوں نے ان کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے معذرت کرلی اور دعادیتے ہوئے کہا کہ مجھے بازار کاراستہ بتادیجئے ،یوں انہوں نے مدینہ منورہ میں تجارت کا آغاز کیا جو کہ بعد ازاں اتنی وسعت اختیار کرگئی کہ ان کا تجارتی مال سینکڑوں اونٹوں پر لد کر باہر جاتا اور اسی طرح باہر سے آتا، تجارت کے علاوہ زراعت بھی وسیع پیانے پر کیا کرتے تھے۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ دولت کے ساتھ ساتھ دل کے بھی غنی تھے ،اپنی دولت راہ خدا میں بے دریغ خرچ فرمایا کرتے تھے ،ابن اثیر کے مطابق حضرت عبد الرحمٰن بن

عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دوبار چالیس چالیس ہزار دینار راہ خدا میں وقف کیئے ، ایک مرتبہ جہاد کے موقع پر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ حاضر کیئے۔ سورۃ براءۃ کے نزول کے موقع پر چار ہزار درہم پیش کیئے۔ ایک مرتبہ اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کی اور یہ ساری رقم فقراء، اہل حاجت اور امہات المؤمنین میں تقسیم کر دی۔ ایک مرتبہ شام سے تجارتی قافلہ لوٹنے پر رسول اکرم ﷺ کا یہ قول سنا کہ عبد الرحمٰن ابن عوفؓ جنت میں گھسٹتے ہوئے داخل ہوں گے تو پورا قافلہ راہ خدا میں وقف کر دیا۔ ابن سعدؒ کے مطابق ایک مرتبہ حضرت عبد الرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں فروخت کر کے ساری رقم امہات المؤمنین میں تقسیم کر دی۔ ایک اور موقع پر ایک زمین چالیس ہزار دینار میں حضرت عثمان غنیؓ کو فروخت کر کے وہ رقم بھی راہ خدا میں وقف کر دی۔ اس کے علاوہ اپنی زندگی میں ہزاروں غلام اور لونڈیاں آزاد کیں۔

یہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کی دولت کا مختصر سا جائزہ ہے، جس سے بخوبی ظاہر ہے کہ وہ اپنے وقت کے کروڑپتی آدمی تھے، اتنے بڑے رئیس نے اپنی تمام دولت وثروت کے باوجود نکاح کیا تو اتنی سادگی سے کہ جب نکاح کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کی قمیص پر ایک زرد نشان لگا ہوا ہے، آپ ﷺ نے پوچھا: تمہاری قمیص پر یہ نشان کیسا ہے؟ حضرت عبد الرحمنؓ نے فرمایا: 'میں نے نکاح کیا جس کی وجہ سے خوشبو لگائی تھی، یہ اُسی کا نشان ہے۔ آپ ؐ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا 'اللہ

تمھیں برکت عطا فرمائے' اور پھر فرمایا کہ 'ولیمہ کر لینا چاہیے اگرچہ ایک بکری کے ذریعہ ہو'۔

صحابہؓ کرام کے یہاں انتہائی سادگی سے نکاح انجام پاتا تھا حتی کہ صحابہؓ کرام مدینہ میں نکاح کرتے تھے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا پتہ نہ چلتا جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے ہی میں ہوتے۔

حضرت علیؓ نے اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ان کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ سے شادی کی خواہش ظاہر کی تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا ٹھیک ہے شادی کر و لیکن مہر کیا دوگے؟حضرت علیؓ نے فرمایا:مہر دینے کے لیے تو میرے پاس کچھ نہیں ہے،آپؐ نے فرمایا:"میں نے تم کو ایک زرّہ دی تھی، اسے بیچ کر مہر کا انتظام کر لو"۔حضرت علیؓ نے ایسا ہی کیا، اس رقم سے مہر ادا کیا اور حضرت فاطمہؓ کی ضروریات کا کچھ سامان بھی خریدا۔اس طرح سے پیغمبر اسلام کی پیاری بیٹی کی شادی ہوئی،وہ زرّہ حضرت عثمان غنیؓ نے خریدی اور بعد میں حضرت علی کو ہدیہ کر دی تھی۔

مسند احمد میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ بھی تھے، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا یا ربیعہ! تم نے شادی کی یا نہیں؟ حضرت ربیعہ نے کہا نہیں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔اسی طرح دوسری مرتبہ سوال کیا، چناں چہ تیسری بار حضرت ربیعہ

نے کہا کہ یا رسول اللہ ! میں بہت غریب ہوں اور آپ اچھی طرح جانتے ہیں مجھ سے کون شادی کرے گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ فلاں انصار کے قبیلہ میں جاؤ او رکہنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری شادی کروانے کے لیے بھیجا ہے، لہٰذا انہوں نے ایسا ہی کیا اور قبیلہ والوں نے ان کی شادی کرا دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے سردار حضرت بریدہ بن حصیب کو سونے کی تھوڑی مقدار جمع کرنے کو کہا، جس سے مہر ادا کیا گیا اور پھر حضرت بریدہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے لیے کہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جَو دیا، پھر روٹی اور گوشت سے ولیمہ کیا گیا۔

بخاری اور مسلم شریف دونوں میں یہ روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ کا نکاح ایک عورت سے کرایا، حضرت سہل بن سعد ساعدی اتنے غریب تھے کہ ان کے پاس مہر میں دینے کے لیے ایک لوہے کی انگوٹھی تک نہ تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ چلو اس کو قرآن سکھا دینا۔

اگر ہم صحابہ، تابعین، امت کے علما کرام کے حالات پڑھتے جائیں تو ہزاروں ایسے واقعات تاریخ کے صفحات میں بکھرے پڑے ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ شادی میں سادگی اختیار کرنا بہت پسندیدہ عمل ہے، لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالی نے دولت سے نوازا ہے تو وہ اپنی استطاعت کے مطابق بڑے پروگرام بھی کرسکتے ہیں جن میں نمود و نمائش، اسراف و تبذیر، تکبر و عجب نہ ہو، ہر بندہ کو

اللہ تعالی نے جتنی ہمت اور استطاعت دی ہے،اس کے مطابق وہ شادی کی تمام تقریبات کو انجام دے سکتا ہے۔

پسند کی شادی

میڈیا کے اس زمانہ میں جہاں فحاشی وعریانی عروج پر ہے وہی اسکے منفی اثرات ہمارے معاشرہ پر روز افزوں بڑھتے چلے جارہے ہیں،مرد وزن کا مخلوط نظام،حجاب کا فقدان،کو ایجوکیشن وغیرہ کی وجہ سے لڑکا لڑکی کے درمیان فرینڈ شپ وجود میں آتی ہے،اس کے بعد وہ ایک دوسرے کو لائف پارٹنر بنانا چاہتے ہیں،جس میں بسا اوقات بچہ اپنے حسب نسب،مالی حالت،دینداری،خاندان بالخصوص والدین کی محبت کو تیاگ کر ہر شرط پر لڑکی سے شادی کے لیے تیار ہو جاتا ہے،اگر مشفق والدین اسے اجازت نہ دیں تو وہ انہیں اپنا جانی دشمن سمجھتا ہے اور انہیں اپنے بچہ کے مستقبل سے نابلد گردانتا ہے،بسا اوقات لڑکا لڑکی والدین کے اذن واجازت کے بغیر گھر سے بھاگ جاتے ہیں جو انتہائی گھٹیا حرکت ہے۔

اس باب میں والدین کو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ وہ بچے کو رشتہ کے انتخاب میں خود مختار بنائیں،کسی بھی قسم کے جبر واستبداد سے آزاد رکھ کر اسے اپنی رفیقہ حیات کا انتخاب کرنے دیں،اولاد کی پسند اور ناپسند کا خیال رکھیں،آپ یہ تو ضرور بتا سکتے ہیں کہ بیٹا!ہماری دلی خواہش ہے کہ آپ فلاں لڑکی سے شادی کریں لیکن لٹھ اٹھا کر ایسی جگہ شادی کروادینا جہاں بچوں کا مستقبل داؤ

پر لگ جائے، اس کی آپ کو اجازت نہیں ہے، ہم نے کئی ایسے واقعات دیکھے کہ والدین نے صرف خاندان ایک ہونے کی وجہ سے اپنی بیٹی یا بیٹے کو غیر کفو میں داغ دیا اور اس کی ساری زندگی اجیرن بن گئی، آپ ایسے کر سکتا ہے کہ اپنی نیک، صالح بیٹی کو کسی چرسی اور بھنگی کے حوالے کر دیں؟

دوسری طرف شریعت نے بچوں کو سمجھاتے ہوئے کہا کہ وہ اپنے بڑوں کے فیصلوں کو ترجیح اور فوقیت دیں، اپنی عارضی خواہشات کو لگام دے کر پختہ زندگی گزاریں، اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچے نفس وشیطان کے جال میں پھنس کر غلط قدم اٹھا لیتے ہیں جس سے نہ صرف گھر، خاندان، معاشرہ میں رسوائی اور ذلت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ کچھ ہی سالوں میں نوبت طلاقوں تک پہنچ جاتی ہے، جس حسن پر آج فریفتہ ہیں، ظاہر ہے اس نے ہمیشہ تو نہیں رہنا، اس لیے جلد ہی ایک دوسرے سے فرقت اختیار کر لیتے ہیں۔

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں دونوں پہلوں ملتے ہیں، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جب علی رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا وقت آیا تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے پوچھا کہ بیٹی کیا آپ راضی ہو؟ جب انہوں نے رضامندی دکھائی تو پھر آپ ﷺ نے نکاح کروایا، دوسری طرف حضورِ اکرم ﷺ کے پاس جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پیغامِ نکاح پہنچا تو آپ ﷺ نے اس رشتہ کو اپنے چچا ابُو طالب اور خاندان کے دوسرے بڑے بوڑھوں کے سامنے پیش فرمایا۔ سارے خاندان والوں نے نہایت خُوشی کے ساتھ اِس رشتہ کو منظور کر لیا اور نکاح کی تاریخ مُقرّر ہوئی اور حضور ﷺ، حضرتِ حمزہ رضی اللہ عنہ اور

ابُو طالب وغیرہ اپنے چچاؤں اور خاندان کے دوسرے افراد اور شُرفائے بنی ہاشم و سردارانِ مُضَر کو اپنی بَرات میں لے کر حضرت بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف لے گئے اور نکاح ہوا۔

رشتہ کے انتخاب میں کن باتوں کا خیال رکھیں؟

جب بھی دنیا میں کوئی بچہ آتا ہے تو وہ اپنا ایک خاندانی پس منظر رکھتا ہے، اس کے والد کا تعلق کس پیشے سے ہے؟ ددھیال کے لوگ کیسے ہیں؟ ننھیالی رشتہ دار کس شعبہ زندگی سے وابستگی رکھتے ہیں؟ کس ماحول کے اندر وہ پروان چڑھے ہیں؟ عموماً یہ پس منظر ہر انسان کا دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور اس کا اثر ہر انسان کی ذاتی زندگی پر ہونا ایک فطری اور بدیہی امر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَو يُنَصِّرَانِهِ أَو يُمَجِّسَانِهِ۔۔۔"(65)

یعنی ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین یا اس کو یہودی بنادیتے ہیں، یا عیسائی بنادیتے ہیں یا مجوسی بناتے ہیں۔

(65) صحيح البخارى:456/1،رقم:1293، ط دار ابن كثير،بيروت

اس حدیث سے یہ بات بالکل عیاں ہے کہ گھریلو اور خاندانی ماحول کا انسان کی زندگی پر بہت گہرا اور دیرپا اثر ہوتا ہے، جب ہم بیٹے یا بیٹی کے لیے رشتے کا انتخاب کرتے ہیں تو اس وقت ہمیں بہت سی دیگر چیزوں اور ترجیحات کے ساتھ اس بات کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے کہ جس گھر میں ہم رشتہ دے رہے ہیں یا لے رہے ہیں ان کا خاندانی پس منظر اور اس لڑکے یا لڑکی کی تربیت اور نشو ونما کس قسم کے ماحول میں ہوئی ہے؟

ساس جب اپنے لیے بہو تلاش کر رہی ہو تو اس کو یہ اسی وقت سوچ لینا چاہیے کہ میں گھر میں کس قسم کی بہو کے ساتھ رہ سکتی ہوں؟ میرے مزاج کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کے لیے ایک لڑکی میں کن بنیادی صفات کا ہونا ضروری ہے؟ ان ساری چیزوں کو اچھی سوچ کر، سمجھ کر اور غور و فکر کر کے اس کے بعد تلاش کا عمل شروع کیا جائے۔ اگر پہلے سے یہ بات طے کر لی جائے اور پھر تلاش کے عمل کے دوران ان چیزوں کو پیش نظر رکھا جائے تو بعد میں مسائل پیدا نہیں ہوتے۔ بنیادی غلطی ہماری عورتیں یہاں کرتی ہیں کہ ابتدا میں لڑکے کی بہنیں اور والدہ کی نظر صرف اور صرف ایک بات پر ہوتی ہے اور وہ ہے "خوبصورتی"۔ ان کا مطمح نظر صرف یہی ایک چیز ہوتی ہے اور اسی کو معیار بنا کر کسی رشتے کا انتخاب یا اس کو مسترد کرتی ہیں۔ چنانچہ عموماً ہم نے دیکھا اور سنا کہ بہنیں جب کسی لڑکی کو دیکھنے جاتی ہیں تو واپسی پر ان کا تبصرہ کچھ اس طرح کا ہوتا ہے: " اس کی تو آنکھیں ٹیڑھی ہیں، اس کی تو ناک اتنی بڑی ہے، اس کے تو ہونٹ اتنے موٹے ہیں، اس کے گال تو بالکل پچکے ہوئے ہیں وغیرہ، اس طرح کے تبصرے اس بات کی غمازی کرتے ہیں کہ ان کے نزدیک پسند

یاناپسند کا معیار حسن اور خوبصورتی ہے اور بس صرف وہ چیزیں جو اس کے ظاہر سے تعلق رکھتی ہیں، اس کے اخلاق، شرافت، ادب، حیا، خدمت اور دیگر اوصاف کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، اس لیے کہ اگر اس کے علاوہ کسی اور چیز کو بھی ترجیحات میں شامل کیا ہوتا تو یقیناوہ بھی زیر تبصرہ آتا، لیکن ایسا نہیں ہوتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا، وَلِحَسَبِهَا، وَلِجَمَالِهَا، وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ تَرِبَتْ يَدَاكَ.(66)

یعنی کسی عورت سے نکاح چار چیزوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: اس کے مال کی وجہ سے کہ یہ بہت مالدار خاندان سے تعلق رکھتی ہے، اس کا رشتہ اپنے بیٹے کے لیے مانگیں گے تو جہیز بھی اچھا ملے گا اور شادی کے بعد بھی بھاری بھر کم تحفے تحائف ملتے رہیں گے۔

دوسری وجہ آپ نے بیان فرمائی: اس کے حسب اور دنیاوی اسٹیٹس کی وجہ سے کہ اس کا والد تو فلاں محکمہ میں ڈائریکٹر ہے، بڑا آفیسر ہے، ہمارے بیٹے کو بھی سرکاری نوکری دلوادے گا، لوگوں میں ہمارا بھی ایک نام ہو جائے گا کہ فلاں کا داماد ہے۔

---

(66) صحیح البخاری:4802، صحیح المسلم:1466

تیسری وجہ: اس کی خوبصورتی ہے، اس چیز کو بھی ہمارے معاشرے میں اولین ترجیحات میں شامل کیا گیا ہے۔

اور چوتھی وجہ آپ نے ارشاد فرمائی: اس کی دینداری کی وجہ سے، اس کے بعد آپ نے فرمایا: "پس تو دیندار عورت کے ساتھ نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، تیرے ہاتھ خاک آلو ہو جائیں۔" اس حدیث شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی ترجیحات میں شامل ساری چیزوں کو بیان فرمادیا اور پھر آخر میں آپ نے اپنی امت کو جو حکم دیا وہ یہ کہ بقیہ تین چیزوں کو معیار بنانے کے بجائے دینداری کو معیار بناؤ اور ساتھ ہی اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ اگر ازدواجی زندگی میں کامیابی چاہتے ہو تو دینداری کو ترجیح دو۔

ظفر کا یہ لفظ اردو میں بھی کامیابی اور کامرانی کے مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، حقیقت یہی ہے کہ اگر والدین اپنے ذاتی مفادات کے بجائے اپنے بیٹے کے مفاد اور بہتر مستقبل کو سامنے رکھیں تو وہ اس کے لیے ایسی بیوی لے کر آئیں گے جس کے ساتھ اس کی زندگی خوشگوار گذرے اور ظاہر ہے کہ وہ ایک دیندار خاتون ہی کی صفت ہو سکتی ہے۔

یہاں ایک بات کی وضاحت کرتا چلوں کہ ہمارے ہاں دینداری کو نماز روزے تک محدود سمجھا جاتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں، شرافت، انسانیت، اچھے اخلاق، خدمت کا جذبہ، شوہر کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، غریبوں کی مدد کرنا، سارے معاملات کو دین کے مطابق بروئے کار لانا یہ دینداری ہے، اس چیز کو اگر دیکھا جائے گا تو قوی امید اس بات کی ہے کہ یہ زندگی کا سفر کامیاب

رہے گا اور کیوں کر نہ ہو کہ حضور نے اس کو کامیابی کا مژدہ سنایا ہے۔ اس کے برعکس اگر دیگر چیزوں کو معیار بنالیا جائے گا تو پھر نتائج کچھ زیادہ اچھے نہیں ہوں گے، چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

”مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لِعِزِّہَا لَمْ یَزِدْہُ اللَّهُ إِلَّا ذُلًّا ، وَمَنْ تَزَوَّجَہَا لِمَالِہَا لَمْ یَزِدْہُ اللَّهُ إِلَّا فَقْرًا ، وَمَنْ تَزَوَّجَہَا لِحَسَبِہَا لَمْ یَزِدْہُ اللَّهُ إِلَّا دَنَاءَ ةً، وَمَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً لَمْ یَتَزَوَّجْہَا إِلَّا لِیَغُضَّ بَصَرَہُ أَوْ لِیُحْصِنَ فَرْجَہُ ، أَوْ یَصِلَ رَحِمَہُ بَارَکَ اللَّهُ لَہُ فِیہَا ، وَبَارَکَ لَہَا فِیہِ.(67)

”جس نے کسی عورت سے اس کی عزت کی وجہ سے شادی کی، اللہ اس کی ذلت کو بڑھا دیں گے اور جس نے اس کی مالداری کی وجہ سے شادی کی، اللہ اس کے فقر میں اضافہ کر دیں گے اور جس نے کسی عورت سے اس کے اسٹیٹس اور حسب کی وجہ سے نکاح کیا، اللہ اس کا سر نیچا کر دیں گے اور جس نے اپنی نظروں اور شرمگاہ کی حفاظت کے لیے اور صلہ رحمی کے لیے نکاح کیا، اللہ دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ برکت والی زندگی عطا فرمادیں گے۔

اس حدیث کو اگرچہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن بہر حال تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے، جو ان دنیاوی چیزوں کی وجہ سے کسی عورت سے شادی کرتا ہے تو پھر وہ اس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے اور دنیا میں کوئی اچھا مقام حاصل کرنے میں کم ہی کامیاب ہوتا ہے۔ ایک طرف تو والدین کو ان باتوں کو مد نظر رکھنا چاہیے، دوسری طرف ہمارے بہت سے نوجوان

(67) المعجم الاوسط للطبرانی:2342

دوست بار بار یہ سوال کرتے ہیں کہ ”لو میرج“ کی اسلام میں کیا حیثیت ہے؟ اس پر میں یہی سوال کیا کرتا ہوں کہ آپ کی محبت کا سبب اور وجہ کیا ہے؟ آپ میرے ساتھ اس بات میں اتفاق کریں گے کہ ننانوے فیصد کسی نوجوان کی ذاتی دلچسپی کی وجہ اس لڑکی کی خوبصورتی، حسن یا ظاہری چیزیں ہوتی ہیں، نہ کہ دینداری، خاندانی شرافت اور حسن اخلاق، ایسی صورتحال میں پھر یہی وجہ بنتی ہے کہ یہ شادی عموماً ناکام ہو جاتی ہے، اس لیے کہ دنیا کی یہ ساری چیزیں تو زوال پذیر ہیں۔ حسن تو چند دنوں کی بات ہے، حسین سے حسین انسان کا چہرہ بھی ایک وقت آتا ہے کہ جھرجھریاں پڑ جاتی ہیں یا کبھی کسی حادثے کا شکار ہو جاتا ہے یا کوئی مسئلہ پیش آ جاتا ہے، مالدار غریب ہو جاتے ہیں، بڑے نیچے آ جاتے ہیں تو پھر دلچسپی کا سبب برقرار نہیں رہتا تو وہ رشتہ بھی ڈگمگانے لگ جاتا ہے، اسی لیے رشتے کے انتخاب میں والدین کو بھی اور خود نوجوانوں کو بھی یہ بات سامنے رکھنی چاہیے۔ چند دن کے جوش میں آ کر اپنی ساری زندگی تباہ کرنے سے بہتر ہے کہ کچھ دن کے ہوش سے اپنی زندگی کو خوشحال بنا دیں۔(68)

(68) مفتی رشید احمد خورشید

کیا بہو کے ذمہ ساس سسر کی خدمت ہے؟

آج کل ہمارے معاشرہ میں شادی سے پہلے ہی یہ بات دماغ میں بٹھالی جاتی ہے کہ ہماری بہو ہمارے گھر کا سارا کام کاج کرے گی، مال مویشیوں کی دیکھ بھال، کھیتوں سے فصل کاٹ کر لانا، کچن میں صبح تا شام کھڑے ہو کر کھانا بنانا، برتن کپڑے دھونا وغیرہ ہزاروں کام بہو کے منتظر ہوتے ہیں۔

یادرکھیں کہ اس حوالہ سے شریعتِ مطہرہ نے میاں بیوی کے حقوق میں توازن رکھا ہے اور حسنِ معاشرت کا حکم دے کر یہ واضح کیا ہے کہ میاں بیوی کا رشتہ باہم اخلاقیات ، ایثار اور ہم دردی سے چلتا ہے۔

شوہر کو یہ حق نہیں کہ وہ بیوی کو اپنے والدین یا بھائی بہنوں کے کام پر مجبور کرے، اگر شوہر کے والدین اس بات کی وجہ سے اپنے لڑکے سے ناراض ہوں کہ وہ اپنی بیوی کو ہمارے کام کے لیے مجبور نہیں کررہا ہے تو ان کا ناراض ہونا درست نہیں اور نہ ہی شوہر کو اس کی وجہ سے سزا ملے گی، شوہر پر خود اپنے والدین کی اطاعت اور ان کی خدمت لازم ہے، مگر بیوی پر ساس سسر کی اطاعت لازم نہیں ہے، اس لیے شوہر بیوی کو اپنے والدین کی خدمت کرنے پر مجبور کرنے کا حق نہیں ہے؛ البتہ اَخلاقی طورپر عورت کو اِس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ اس کی ساس اُس کے شوہر کی ماں ہے، جس طرح اَپنی ماں

کی راحت کا خیال رکھتی ہے اِسی طرح شوہر کی ماں کی خدمت اور اُن کو راحت پہنچانا اُس کی اخلاقی ذمہ داری میں شامل ہے۔

یعنی دونوں طرف اعتدال کی ضرورت ہے، ساس کو چاہیے کہ وہ اپنی بہو کو بیٹی کی طرح سمجھے، اور اس کے دکھ درد میں شریک ہو، اور بہو کو چاہیے کہ وہ ساس کو اپنی ماں کی طرح سمجھے اور اس کی خدمت کو اپنے لیے سعادت سمجھے، اس سے گھریلو زندگی میں خوش گوار ماحول پیدا ہو گا، اور میاں بیوی کا ازدواجی رشتہ پائے دار اور مستحکم ہو گا۔

خاندان کے بڑوں کی ذمہ داری

شریعت مطہرہ نے ہمیں رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا ہے،جو رشتوں کو توڑنے کا سبب بنتا ہے کل قیامت کے دن اللہ تعالی اس کو توڑ دیں گا،ہمارے ہاں اگر کسی کی بیٹی یا بہن شوہر سے لڑائی کر کے گھر آجائے تو خاندان کے بڑے بجائے اس کے کہ بیٹی کو سمجھا کر واپس کر دیں وہ اس معاملہ کو انا کا مسئلہ بنالیتے ہیں،پھر نوبت گھر بربادی اور طلاق تک پہنچ جاتی ہے،دونوں خاندان ایک دوسرے سے لڑائی، گالم گلوچ،غیبت اور بہتان باندھنا شروع ہو جاتے ہیں،اس معاملہ میں بڑوں کو بڑا پن دکھانا چاہیے اور اپنے ماتحت اولاد کو سمجھائیں کہ بیٹا زندگی میں نشیب وفراز آتے ہیں،جہاں دوبرتن رکھے جائیں گے ان کے ٹکرانے کی آواز تو آئے گی لیکن حوصلہ سے کام لیں اور سکون والی زندگی گزاریں،اگر اس طرح اپنی اولاد کو بات سمجھا کر مل جل کر رہنے کی ترغیب دی جائے تو

میرے خیال میں بہت مفید رہے گا اور اس سے کئی اجڑے خاندان سکون سے بسنا شروع ہو جائیں گے۔

شوہر کے حقوق

قرآن و سنت میں زوجین کے حقوق کو بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا گیا ہے جس سے اسلام کے دین فطرت ہونے کا پتا چلتا ہے کہ اس میں کس قدر اعتدال ہے؟ ہم اختصار کے ساتھ شوہر اور بیوی کے حقوق لکھ رہے ہیں:

- مرد کی مرضی پوری کرے۔
- شوہر کی خوشنودی کے لیے اپنے آپ کو آراستہ کرے، بناؤ سنگھار اور میک اپ کرے۔
- شوہر کے گھر سے بغیر شوہر کی اجازت کے کسی کو کوئی چیز نہ دے۔
- شوہر کے لیے خیر و عافیت کی دعا کرے۔
- شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نہ نکلے۔
- شوہر کی غیبت نہ کرے اور نہ اس کا عیب دوسرے لوگوں کے سامنے ظاہر کرے۔
- اپنے کو نامحرم کی نظر سے بچائے۔
- شوہر کی پردہ دری نہ کرے۔
- شوہر کے مال کی حفاظت کرے۔

- اپنے گھر میں بیٹھی رہی اور شوہر کے دوستوں سے واقفیت نہ رکھے۔
- شوہر کی اولاد پر جو پہلی بیوی سے ہے شفقت ومہربانی کرے۔
- اپنے حسن وجمال کی وجہ سے شوہر پر فخر نہ کرے۔
- اگر کسی وجہ سے شوہر محتاج ہو تو اس کو حقارت سے نہ دیکھے۔
- شوہر کے اختیار سے باہر فرمائش نہ کرے۔
- اگر شوہر بیمار ہو تو اس کی پوری طرح دیکھ بھال کرے۔
- عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے۔
- اوقات عبادت میں شوہر کی مدد کرے۔
- بیوی کو خود بھی اپنے گھر کا کام کاج کرنا چاہیے۔
- شوہر کو اچھائی سے یاد کرے۔
- شوہر کے مرنے کے بعد چار ماہ دس دن غم اور سوگ کرے۔

بیوی کے حقوق

- مرد حق مہر ادا کرے۔
- طاقت کے مطابق خرچ کرے۔
- موسم کے مطابق کپڑے بنادیا کرے۔
- تیسرے دن حق زوجیت ادا کرے۔

- ضروریات وحاجاتِ زندگی کا سامان مہیا کرے۔
- بیوی کو گالیاں نہ دے۔
- عورت اگر علیحدہ رہنے کا مطالبہ کرے تو اسے الگ مکان لے کر دے۔
- اگر استطاعت ہو تو عورت کو خادمہ لے کر دے۔
- بیوی پر خرچ کر کے احسان نہ جتائے۔
- جب سفر سے واپس لوٹے تو بیوی کے لیے تحفہ لائے۔
- عورت کو بلاوجہ ناراض نہ کرے۔
- ترش روی اور سختی سے پیش نہ آئے۔
- عورت سے محبت سے باتیں کرے۔
- اگر طاقت ہو تو عورت کو زیور پہنائے۔
- بیوی کو نماز، روزہ، حج، زکوۃ، حیض ونفاس اور اور دیگر ضروریات دین کے مسائل سکھا دے۔
- عورت کے سامنے ان عورتوں کا ذکر نہ کرے جنہیں زیادہ جہیز ملا ہو۔
- اگر مرد کی ایک عورت مالدار ہو اور دوسری غریب تو غریب کی بے عزتی نہ کرے۔
- بیوی کے رشتہ داروں سے اسی طرح برتاؤ کرے جیسا کہ اپنے رشتہ داروں سے کرتا ہے۔

- اگر خود خوشبو وغیرہ استعمال کیا کرتا ہو تو اس کے لیے بھی خوشبو کا انتظام کرے۔

اسلام میں ایک سے زائد شادی کرنے کا مسئلہ

دنیا میں اس وقت دو زبردست مگر متضاد رجحانات بے حد مقبول ہیں:

ایک طرف اس عالم رنگ وبو میں ایسے عوامل اور محرکات میں روز بروز اضافہ ہورہا ہے، جو کہ نفس انسانی کو جنسی طور پر ہیجان زدہ کررہے ہیں، عریاں تصاویر، بلیو پرنٹس، گندی فلمیں، تفریح کے نام پر عیاشی اور اس جیسا لٹریچر دھڑا دھڑ نوخیز نسل میں تیزی سے پھیل رہا ہے، خاتونِ خانہ کو پردے سے نکال کر بے حجاب کردیا گیا ہے، اب بنت ِ حوا عریاں رہنے کو ترقی اور جدت پسندی سمجھتی ہے،اس عریانی اور فحاشی کے دیگر اثرات کے علاوہ سب سے بڑا اثر (Effect) یہ ہے کہ آدم کے بیٹے نفسا نیت اورہوس پرستی کے پتلے بنتے جارہے ہیں، شہوانیت کا بھوت ان کے سروں پر چڑھ کر ناچ رہا ہےاوران کیلئے صرف ایک ہی شریک ِحیات Life Partner تک محدود رہنا ناکافی ہو چکا ہے، دوسری طرف شادی کے مقدس بندھن سے تنفر بڑھتا جارہا ہے، اسے آزادی کے راستے میں رکاوٹ سمجھا جارہا ہے اوراگر شادی ہے بھی تو صرف ایک بیوی تک محدود ہونے (Monogamy)کا رجحان ہے، ایک سے زائد بیویاں رکھنے کا تصور دنیا میں تیزی سے زوال پذیر ہے۔

جس کا نتیجہ یہی ہے کہ نفس پرست لوگ ایک بیوی سے بڑھ کر حرام کاری کرتے ہیں، اور اب تو اسے نام نہاد ترقی یافتہ ممالک میں کوئی عیب بھی شمار نہیں کیا جاتا، نفسانی آوارگی کے جو معاشرتی، اخلاقی، جسمانی اور روحانی نقصانات ہیں، وہ مسلمہ ہیں مگر وہ اپنی جگہ ایک الگ موضوع ہے، افسوس ناک امر یہ ہے کہ ہمارے ہاں مسلمان کہلانے والے بعض جدت پسند ایسے بھی ہیں جو اہل مغرب سے مرعوبیت میں حقائق کا ادراک کیے بغیر فرنگیوں وغیرہ کی نقالی ہی کا سوچتے ہیں، یہ لوگ جو بزعم خویش اپنے آپ کو حقوقِ انسانی کے دعویدار بھی سمجھتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ تعددِ ازواج سے عورتوں کے حقوق پر زد پڑتی ہے، کبھی ان کو مردوں کی بالادستی نظر آتی ہے، کبھی مرد کو چار اور عورت کو ایک تک محدود کرنا ان کو غیر مساویانہ لگتا ہے اور کبھی تعددِ ازواج کو یہ ترقی کی راہ میں حائل سمجھتے ہیں۔مزید برآں ایک اور طبقہ جو اسلام کے مسلمہ اُصولوں کی نفی کرکے اسلام سے غداری کا 'فریضہ' سر انجام دے رہاہے، وہ تعددِ ازواج کے مسئلے کو اس بنا پر ردّ کرتے ہیں کہ یہ ان کی خام عقل کے موافق نہیں ہے۔

سابقہ انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کے ہاں کثرتِ ازواج

☆سیدنا نوحؑ کی شریعت میں مردوں کو ایک سے زائد نکاح کی اجازت تھی، اولادِ نوحؑ میں لَمک ایک ایسا شخص تھا، جس کی بیویوں کا ذکر بائبل میں ہے، ملاحظہ فرمایئے : "اور لمک دو عورتیں بیاہ لایا، ایک کا نام 'عدہ' اور دوسری کا نام 'ضلہ' تھا۔ (69)

یا د رکھئے کہ بائبل کے مندرجات غیر مسلم اہل کتاب کے لئے سب سے معتبر حوالہ ہیں، ان کو اپنا موجودہ قانون اس تناظر میں دوبارہ دیکھنا چاہیے۔

☆ابراہیمؑ خلیل اللہ جو کہ محمد ﷺ فداہ آبی وأمی کے جدِ امجد ہیں اوریہود ونصاری دونوں کو دعویٰ ہے کہ ہم آلِ ابراہیم ہیں، بلکہ اپنے تیئں دونوں اُنہیں اپنا ہم مذہب قرار دیتے ہیں؛ جاننا چاہیے کہ ابوالانبیا نے چار نکاح کیے تھے، حافظ ابن کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کی دوسری بیوی حضرت حَاجَرَ قبطیہ مصریہ کے بطن سے ان کی اولاد میں سب سے پہلے حضرت اسماعیلؑ پیدا ہوئے، پھر ان کی پہلی بیوی حضرت سارہ

(69) کتاب مقدس (بائبل) پیدائش، باب نمبر 4، آیت نمبر 19، ص 57،58، طبع بائبل سوسائٹی لاہور

کے بطن سے حضرت اسحٰق پیدا ہوئے ... قنطورا کے علاوہ حجون بنتِ امین سے بھی عقد کیا۔ (70)

درج بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ حاجرَ و سارہ ایک ہی وقت میں سیدنا ابراہیمؑ کے نکاح میں رہیں، ابراہیمؑ کے حاجِرَوسارہ سے نکاح کی تائید بائبل کی کتاب پیدائش کے باب نمبر ۱۶ کی آیت نمبر ۲ سے بھی ہوتی ہے، جہاں مذکورہ واقعہ ذکر ہے، اگر چہ بائبل حاجِر کو لونڈی شمار کرتی ہے۔

☆بنی اسرائیل جناب یعقوبؑ کی اولاد ہیں، یہود ونصاریٰ کو جاننا چاہیے کہ ان کے جدِ اعلیٰ نے خود 'تعددِ ازواج' پر واضح طور پر عمل کیا، بائبل کتابِ پیدائش اور دیگر مقامات کے مطالعہ سے واضح ہے کہ یعقوبؑ نے اپنے ننھیال یعنی ماموں 'لابن' کے ہاں رہ کر بیس ۲۰ برس تک بکریاں چرائیں اوران کی دو بیٹیوں 'لیاہ' اور 'لاخل' سے شادی کی، نیز ان کی دو لونڈیو ں 'زلفا' اور 'بلیلا' سے بھی مصاحبت کی۔ (71)

---

(70) حافظ اسماعیل ابن کثیر، البدایۃ والنھایۃ (اردو) نفیس اکیڈمی کراچی، ج اوّل، ص ۲۳۳، ۲۳۴

(71) بائبل، پیدائش، باب نمبر ۳۱، آیت نمبر ۳/۴۷

سیدنا یعقوبؑ کی ازدواجی زندگی سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی شریعت میں جمع بین الاُختین یعنی ایک مرد کے ساتھ دو بہنوں کا بیک وقت نکاح بھی ممنوع نہ تھا او رخود یعقوبؑ نے اس پر عمل بھی کیا۔

☆بنی اسرائیل ہی کے دو اور جلیل القدر پیغمبر داود اور سلیمان علیہما السلام ہیں جو کثرتِ ازواج کی بنا پر مشہور ہیں، اگرچہ یہودی ان کا شمار سلاطین میں کرتے ہیں، مفسر قرآن خازن داوٗدؑ کے متعلق لکھتے ہیں:

کان لداوٗد تسع وتسعون امرأۃ...الخ

"داوٗدؑ کی ناوے بیویاں تھیں۔(72)

نیز بائبل کی کتاب تواریخ نمبر۱، باب نمبر۳میں ان کی نو بیویوں کے اسماء اوران سے جنم لینے والوں کے اسما بھی تفصیل سے مذکو رہیں۔

☆سیدنا سلیمانؑ کے متعلق صحیح حدیث میں ہے: قال رسول اللہ ﷺ:

قال سلیمان لأطوفنّ اللیلة علی تسعین امرأۃ...الخ

اس سے معلوم ہوا کہ سلیمانؑ کی ناوے بیویاں تھیں۔

(72) الخازن علی بن محمد، تفسیر الخازن، طبع دارالکتب العربیہ پشاور، ج۴/ص۳۵، زیر آیت ۳۸/۴۳، سورۂ ص

☆ان کے علاوہ سیدنا موسیٰؑ بھی ہیں، جن کی شریعت کی اتباع کا دعویٰ یہود ونصاری کرتے ہیں۔بائبل میں ان کی دو شادیوں کا واضح ذکر ہے،کتابِ خروج میں ہے: "اور موسیٰ اس شخص کے ساتھ رہنے کو راضی ہوگیا، تب اُسنے اپنی بیٹی صفورہ موسیٰ کو بیاہ دی۔(73)

دوسری شادی کا ذکر 'گنتی' میں ہے : "اور موسیٰؑ نے ایک کوشی عورت سے بیاہ کرلیا۔

جب کہ عبدالعلیم ماہر اپنی کتاب " سیرتِ نبوی کا ازدواجی پہلو"میں لکھتے ہیں "اور موسیٰؑ کی بھی چار بیویاں تھیں۔"

شریعتِ محمدیؐ میں تعدد ازواج کی حیثیت

نکاح ایک مقدس بندھن ہے، اللہ نے اسے مؤمن کے لئے عفت وعصمت کو بچانے کا ذریعہ بنایا ہے، یہ لاپروائی والاکام نہیں ہے بلکہ سنجیدگی کا طالب ہے، چنانچہ شریعت نے نوجوانوں کو نکاح پر اُبھارا ہے، اور ایک مرد کو چار تک بیک وقت بیویاں رکھنے کی اجازت بھی دی ہے، اور ساتھ ہی یہ لازم قرار دیا ہے کہ وہ چاروں کے درمیان عدل وانصاف برتے، اگر خاوند انصاف نہیں کرسکتا تو اسے فقط ایک نکاح تک محدود رہنا چاہیے۔سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

(73) بائبل،خروج،باب نمبر ۲، آیت نمبر ۲۱ ۔۱۴ ۔بائبل، گنتی،باب نمبر ۱۲، آیت نمبر ۱، ص ۱۳۷

﴿وَإِن خِفتُم أَلّا تُقسِطوا فِي اليَتٰمىٰ فَانكِحوا ما طابَ لَكُم مِنَ النِّساءِ مَثنىٰ وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۖ فَإِن خِفتُم أَلّا تَعدِلوا فَوٰحِدَةً أَو ما مَلَكَت أَيمٰنُكُم ۚ ذٰلِكَ أَدنىٰ أَلّا تَعولوا ﴾

"اور اگر تم ڈرو کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف نہ کرسکوگے تو تم نکاح کرو جو اچھی لگیں تمہیں عورتوں میں سے دو، دو۔تین، تین۔چار، چار... سو اگر تم ڈرو کہ تم انصاف نہ کروگے تو صرف ایک ہی (کافی ہے) یا جو مالک ہیں تمہارے دائیں ہاتھ، یہ زیادہ قریب ہے کہ تم نا انصافی نہ کرو۔"(74)

تعددِ ازواج احادیث کی روشنی میں

کوئی مانے یانہ مانے، مگر اہل اسلام اورامت ِ محمدی میں شامل تمام فقہاء ومحدثین اس امر پر متفق ہیں کہ نبی آخر الزماں ﷺ کا فرمان ہی قرآنِ کریم کی سب سے معتبر اور مستند تشریح وتفسیر ہے، جو معنیٰ آیت الٰہی کا حدیث متعین کردے، وہ ہی دینی وتشریعی مفہوم قابل قبول اور معتبر ہوگا، رسولِ اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے اپنے قول وفعل سے ثابت کردیا کہ اسلام میں چار شادیوں کی مرد کے لئے اجازت ہے، جس میں نہ حالات کی تخصیص ہے اورنہ ہی کوئی اور اضطراری کیفیت کی شرط ہے، بلکہ علیٰ العموم یہ ایک

(74)سورۃ النساء

فضیلت والاکام اور حصولِ ثواب واجر کامعاملہ ہے، آیئے اس ضمن میں وارد مشہور احادیث سے واقفیت حاصل کرتے ہیں:

☆۔۔۔غیلان بن امیۃ ثقفی اسلام لائے تو ان کے عقد میں دس بیویاں تھیں، ان کو رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا:

اخترمنہن أربعا وفارق سائرھن(75)

"ان میں سے چار کو چن لے اور (باقی)تمام کو جدا کردے۔"

یہ حدیث نہ صرف صحیح ہے بلکہ کثرتِ طرق سے مروی ہے اورکتبِ احادیث میں متعدد بار منقول ہے، اس حدیث کا حکم واضح ہے کہ ایک مرد ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔

☆۔۔۔حارث بن قیسؓ جن کو قیس بن حارث بھی کہتے ہیں، فرماتے ہیں کہ جب میں نے اسلام قبول کیا تو میری آٹھ بیویاں تھیں، میں نے خود ان کی بابت رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے ذکر کیا تو آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حکم دیا :اخترمنہن أربعا یعنی "اِن میں سے چار کو چن لو"

(75) الجامع الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یسلم وعندہ عشر نسوۃ

یہ حدیث صحیح ہے، اور اس کی سنن ابی داود میں ایک سے زیادہ اسناد منقول ہیں ...اس حدیث سے بھی تعددِ ازواج کی اجازت کا حکم واضح ہے۔

☆۔۔۔ نوفل بن معاویہ رملیؓ کہتے ہیں کہ جب میں اسلام لایا تو میری پانچ بیویاں تھیں تو میں نے اس بارے میں رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فارق واحدة وأمسك أربعا یعنی چار کو روکے رکھو اور ایک کو جدا کردو۔(76)

ان درج بالا مشہور و معروف صحیح احادیث سے درج ذیل نتائج واضح ہیں:

1۔ تعددِ ازواج کی احادیث صحاحِ ستہ اور دیگر کتبِ احادیث میں کثرت سے منقول ہیں۔

2۔ محدثین نے اس مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر کتبِ احادیث میں اس کے جواز پر مبنی الفاظ کے ساتھ باقاعدہ اَبواب ترتیب دئے ہیں۔

3۔ان احادیث کی روشنی میں مرد کو ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ چار بیویاں رکھنے کی اجازت ہے۔

---

(76) مسند الشافعی، کتاب النکاح، دارالکتب العلمیہ بیروت، کتاب النکاح، الباب الثالث فی الترغیب فی التزوج: ۱۶/۲

خلفائے راشدین اور تعددِ ازواج

صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے احکامات اور سنن کی بے مثال اطاعت کی ہے، صحابہ کرام ہمارے لئے اطاعت کے نمونے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اکثر صحابہ نے ایک سے زائد شادیاں کی ہیں، جن کی مکمل تفصیل کتبِ تاریخ، اسماء الرجال اور کتبِ طبقات میں موجود ہے۔ صحابہ کرام میں سے خلفائے راشدین کا عمل صحابہ کی ایسی نمایندگی ہے، جس کی تائید صحابہ کرام ؓ نے کی۔ ذیل میں ہم تعددِ ازواج کے حوالے سے خلفا کا عمل نقل کرتے ہیں:

☆ ۔۔۔سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے ایک سے زیادہ شادیاں کیں اور مرتے دم تک وہ تعددِ ازواج پر عمل پیرا رہے، ان کی ایک بیوی کا نام حبیبہ بنتِ خارجہ ؓ ہے، یہی وہ خاتون ہیں، جو کہ مقام سنخ میں مقیم تھیں اور جس دن وفاتِ رسول ﷺ ہوئی؛ ابو بکر، رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے کر ان ہی کے پاس گئے، ان کی حضرت ابو بکرؓ سے ایک بیٹی اُمّ کلثوم بھی پیدا ہوئیں مگر وفاتِ صدیقؓ کے بعد۔

گویا یہ بیوی بھی آخر دم تک ساتھ رہیں جب کہ ایک دوسری بیوی اسماء بنت عمیس ہیں، یہ بھی آخر وقت تک صدیق اکبر کی زوجہ رہیں، بلکہ یہ بھی منقول ہے کہ خلیفہ اوّل کی وصیت تھی کہ وفات کے بعد مجھے اسماء بنت عمیسؓ غسل دیں، حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

ثم ذكر من عدة أوجه أن أبابكر الصديق أوصى أن تغسله امرأته أسماء بنت عميس

مختلف طرق سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکر نے وصیت کی تھی کہ ان کی بیوی اسماء انہیں غسل دے، گویا ثابت ہوا کہ خلیفہ اوّل مرتے دم تک ایک سے زیادہ شادیاں کئے رہے۔

☆---خلیفہ ثانی امیر المومنین سیدنا عمرؓ بھی مرتے دم تک ایک سے زائد بیویاں رکھنے کے قائل ہی نہیں بلکہ فاعل بھی رہے، ان کی وفات کے وقت دو بیویوں کی موجودگی کا ثبوت پیش خدمت ہے: یعنی عاتکہ بنتِ زید اور اُمّ کلثوم بنتِ علیؓ۔ عاتکہ بنتِ زید وہ خاتون ہیں جو عشرہ مبشرہ میں شامل جناب سعید بن زیدؓ کی ہمشیرہ ہیں، انہوں نے شہادتِ عمرؓ کے وقت باقاعدہ مرثیہ کہا جس کے اشعار بہت مشہور ہوئے۔

جب کہ دوسری بیوی سیدہ اُمّ کلثوم بنتِ علی کے بارے میں حافظ ابن حجر واضح لکھتے ہیں:

لما تأيّمت اُمّ كلثوم بنت علي عن عمر...الخ

"جب اُمّ کلثوم بنتِ علی عمر سے بیوہ ہوئیں"...

☆---سیدنا علیؓ نے پے درپے نو شادیاں کیں، جن سے اولاد و احفاد بھی ہوئے، جب کہ ان کے بیٹے حضرت حسنؓ تو کثرت سے شادیاں کرنے میں مشہور ہوئے، حتیٰ کہ حضرت علیؓ کو اہل کوفہ کو کہنا پڑا کہ تم میرے بیٹے حسنؓ کو لڑکیاں نہ دیا کرو...الخ(77)

---

(77) اکبر شاہ خان نجیب آبادی، تاریخ اسلام، نفیس اکیڈمی کراچی، ج۳ص۴۴۵

خلفائے راشدین کا طرزِ عمل تمام صحابہ کی تائید ہی سے تھا، کسی صحابی ؓ سے بھی منقول نہیں ہے کہ اُس نے اس معاملے میں کبھی اختلاف کیا ہو، صحابہ کرام کا اس معاملے پر اجماع تھا، نہ صرف صحابہ کرام کا بلکہ بعد میں آنے والے تابعین اور اہل علم کا بھی اس امر پر اتفاق ہے۔

تعدّدِ ازواج کی حکمت

اللہ کا ہر حکم قطعی اور واجب الاطاعت ہوتا ہے، چاہے اس کی حکمت انسان کو سمجھ آئے یا نہ آئے، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا ہر فرمان اور سنت واجب الاطاعت ہے اگرچہ منکرین کی درایت کی رسائی اس تک ہو یا نہ ہو، اس کے باوجود اللہ کا شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احکام کی حکمتیں اپنے بندوں پر واضح کر دیتا ہے، مرد کے لئے چار شادیوں کی اجازت بھی ایسا معاملہ ہے، جس کی حکمت وفلسفہ کو اہل علم نے مختلف انداز سے واضح کیا ہے۔

تعدد ازواج کے دو پہلو ہیں:

- ذات پر اثرات
- تمدن پر اثرات

ان دونوں حوالوں سے مفکرین نے اس مسئلے کی عقدہ کشائی کی ہے، ذاتی حوالے سے یہ جاننا چاہیے کہ اللہ نے مرد کو طاقتور بنایا ہے، اور عورت سے زیادہ طاقت عطا فرمائی ہے، جو لوگ عورت کی

خواہش نفسانی کو مرد سے زیادہ خیال کرتے ہیں ان کی تردید حافظ ابن قیم علیہ الرحمہ ان پر زور الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

قولهم أن الله جعل للمرأة شهوة تزيد على ... الخ

ان کا کہنا کہ اللہ نے عورت کی شہوت مرد سے سات گناہ زیادہ رکھی ہے، حافظ کہتے ہیں کہ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرد کو چار بیویاں اور جتنی چاہے لونڈیاں رکھنے کی اجازت نہ دیتے اور عورت کو پابند نہ کرتے کہ وہ ایک آدمی سے آگے نہ بڑھے۔ حالانکہ اس کے لئے تقسیم اوقات میں چوتھائی حصہ آتا ہے۔ حاشا، اللہ کی حکمت یہ نہیں ہے کہ وہ معذور و مجبور پر مزید تنگی کرے او راس کے حرج میں وسعت کرے۔(78)

گویا حافظ ابن قیم کی صراحت یہی ہے کہ اگر اللہ نے مرد کو چار بیویوں کی اجازت دی ہے تو وہ اس کا اہل ہے، وگرنہ نااہل ہونے کی صورت میں اسے قطعاً اجازت نہ ملتی۔

☆دوسری وجہ مرد کے لئے تعدد ازواج کی حافظ ابن قیمؒ یہ بیان کرتے ہیں:

وأيضافإن طبيعة الذكر الحرارة وطبيعة الأنثى البرودة وصاحب الحرارة يحتاج من الجماع فوق ما يحتاج إليه صاحب البرودة

---

(78) ابن قیم الجوزیہ، بدائع الفوائد،،ج۴ص۱۴۱، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ مصر

اوراسی طرح مرد کی طبع گرمی والی ہے اور عورت کی طبیعت ٹھنڈی ہے، گرمی والے کو بنسبت ٹھنڈی طبیعت والے کے، زیادہ مجامعت کی ضرورت ہوتی ہے۔"

لہٰذا مرد اپنی طبیعت کی ضرورت کے تقاضے کے پیش نظر زیادہ بیویاں رکھ سکتا ہے، نیز مرد کی طاقت وحرارت کے بارے حافظ ابن قیم کے مزید دلائل إعلام الموقعین ۲/ ۱۰۵ میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

تنوع پسندی

اس پر مزید قابل توجہ امر یہ ہے کہ مرد بالطبع تنوع پسند ہے اور وہ ایک سے زائد بیویوں کا خواہشمند رہتا ہے، علامہ محمد حنیف ندویؒ اس فطری تقاضے کی روشنی میں اہل یورپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مرد بالطبع تنوع پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ یورپ میں وحدتِ زوج کی سکیم کامیاب نہیں رہی۔"

مرد کا یہی فطری رجحان ہے، جس کی شاہ ولی اللہ تعددِ ازواج کے حوالے سے نشاندہی فرماتے ہیں:

فالإکثار من النساء شیمة الرجال وربما یحصل به المباهاة فقدرالشارع بأربع (79)

---

(79) شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، مکتبہ السلفیہ لاہور، مبحث فی صفۃ النکاح (المحرمات) ج ۲، ص ۱۳۲

پس زیادہ عورتیں رکھنا آدمیوں کی طبیعت ہے، اور بعض اوقات یہ اظہارِ فخر کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ شارع نے اسے چار تک محدود کر دیا۔"

غرض یہ کہ اللہ نے مرد کی فطرت کے عین مطابق اسے کثرتِ ازواج کی اجازت دی، مگر چار تک ہی پابند بھی کر دیا۔

خارجی محرکات

عورت بنیادی طور پر خاتونِ خانہ ہے، جب کہ مرد معاشرے میں آزاد گھومنے والا شخص ہے۔ عورت کی نگاہ گھر کی چار دیواری میں محدود رہتی ہے، جب کہ مرد کو معاشرے میں دیگر ایسی اشیاء واجناس سے ملاقات ہوتی ہے، جو کہ اس کے شہوانی جذبات کو بھڑکا دیتی ہے، جیسا کہ ہم نے اوپر عرض کیا کہ مرد غلبہ شہوت والا اور زیادہ حرارت والا فرد بھی ہے اور اوپر سے جب معاشرے میں اسے ہر طرف مہیجاتِ نفسانیہ سے واسطہ پڑتا ہے تو اس کے لئے پھر ایک بیوی ناکافی ہو جاتی ہے۔

مولانا مودودی کہتے ہیں : "ایک طرف تو آپ مغرب کی اندھی تقلید میں فحش لٹریچر، عریاں تصاویر، شہوانی موسیقی اور ہیجان انگیز فلموں کا سیلاب ملک میں لا رہے ہیں، جو لوگوں کے صنفی جذبات کو ہر وقت بھڑکاتا رہتا ہے۔ دوسری طرف آپ مخلوط تعلیم کو رواج دے رہے ہیں، 'ثقافت' کے پروگرام چلا رہے ہیں، روز بروز عورتوں کو ملازمتوں میں کھینچ رہے ہیں۔ جس کی

بدولت بنی سنوری عورتوں کے ساتھ مردوں کے اختلاط کے مواقع بڑھتے جارہے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے تازہ اقدامات یہ ہیں کہ تعددِ ازواج پر آپ نے ایسی پابندیاں لگانا شروع کردی ہیں جن سے وہ عملاً ناممکن نہیں تو دشوار ضرور ہو جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں خواہشاتِ نفس کو بڑھکایا جاتا ہے اور جب نفس کو تیار کیا جاتا ہے پھر ایک ہی شادی کا پابند کیا جاتا ہے، حالانکہ فی زمانہ نفسانی خواہشات میں اضافے کے محرکات کی وجہ سے مرد کو ایک سے زائد شادیوں کی ضرورت ہے۔

تحفظِ عصمت

اسلام حیا کا مذہب ہے اور عصمت وعفت کی حفاظت کا درس دیتا ہے، نکاح کے ذریعے مرد وعورت اپنی پاک دامنی کی حفاظت کرتے ہیں، مگر بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنی مخصوص ممانعات کے باعث خاوند کے لئے تسکین کا باعث نہیں ہوتی، تب خاوند کیا کرے اور اپنی عصمت کی حفاظت کیسے کرے؟ صبر اچھا ہے، مگر معاملہ اگر صبر وبرداشت سے باہر ہو رہا ہو تو پھر؟ اس معاملے کا حل تعددِ ازواج ہے۔

حافظ ابن قیمؒ اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں:

پھر لوگوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں جن پر اس شہوت کا غلبہ چھا جاتا ہے، تو ان کی ضرورت ایک بیوی سے پوری نہیں ہوتی تو اس کیلئے دوسری اور تیسری اور چوتھی بیوی کرنے کی اجازت ہے ۔

شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغۃ میں لکھتے ہیں:

"اور یہ ممکن نہیں کہ اس معاملے میں مکمل تنگی کی جائے (یعنی ایک ہی بیوی کا قانون رکھا جائے) یقینا لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کی عصمت کے تحفظ کے لئے ایک بیوی ناکافی ہے۔"

مرد اس معاملے میں مجبور ہو جاتا ہے، مگر اہل مغرب نے قانون یک زوجی Monogamy لاگو کر رکھا ہے، چنانچہ ایسے ممالک کے مرد دوسری بیوی تو نہیں کرتے مگر اپنی ضرورت کے موافق اضافی داشتہ یا داشتائیں ضرور رکھ لیتے ہیں۔

مردانہ برتری کا تقاضا

اللہ تعالی نے بہت سے معاملات میں مرد کو عورت پر برتری عطا کی ہے، مرد کا حق وراثت عورت سے دوگنا ہے، گواہی میں مرد عورت سے قوی ہے، حکومت وامامت کا اہل اسے گردانا گیا ہے 'وقتِ پیدائش بیٹے کے دو جب کہ بیٹی کی طرف سے ایک جان کا عقیقہ کیا جاتا ہے، حافظ ابن قیم علیہ الرحمہ بدائع الفوائد میں فرماتے ہیں کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے:

"فکان من تفضیلہ الذکر علی الأنثی أن خص بجواز نکاح أکثر من واحدۃ"

مذکر کی مؤنث پر فضیلت میں سے ہی یہ معاملہ بھی ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی خصوصیت حاصل ہے۔"مزید لکھتے ہیں کہ:

عورت اور مرد اگرچہ عمل مجامعت کی لذت میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن چونکہ نفقہ وسکنی مرد کے اوپر عائد ہوتا ہے، تو اس اضافی بوجھ کے باعث اسے اجازت ہے کہ وہ ایک سے زائد عورتیں رکھ سکتا ہے۔

مزید برآں اِعلام الموقعین میں فرماتے ہیں کہ "اللہ نے مردوں کو نبوت ورسالت، خلافت وامارت، حکومت وجہاد کے ساتھ ساتھ عورت پر قوام بناکر فضیلت دی ہے، اور مردِان کٹھن امور کی انجام دہی کے لئے زبردست محنت کرتا ہے جب کہ عورت صرف گھر میں سکون کے ساتھ رہتی ہے تو مردوں کا حق ہے کہ ان کی دل لگی کے لئے اگر ایک سے زائد عورتوں کی ضرورت ہو تو پوری ہو۔

الغرض یہ معاملہ بھی مرد کی فضیلت کا ہے اور ربِّ کریم کی عطا ہے؛ وہ جسے چاہے، برتری دے۔

کثرتِ نسل

اُمتِ محمدیہ قیامت کے دن سب اُمتوں سے بڑی ہوگی 'اور اس پر ہمارے پیغمبر فخر کریں گے، ہمارے لیے یہی حکم ہے کہ اُمت میں اضافے کی فکر کریں۔ ایسی عورتوں سے شادی کریں جن سے بکثرت نسل پھیلے، اگر مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں گی 'اور سب سے اولاد ہو تو مرد کی

نسل کس قدر زیادہ ہو گی۔ کم از کم چار گنا زیادہ بنسبت اس شخص کے جس کی صرف ایک ہی بیوی ہو۔ بدائع الفوائد میں کثرتِ ازواج کا ایک اہم مقصد یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

وأيضا ففي التوسعة للرجل يكثر النسل الذي هو من أهم مقاصدالنكاح

اسی طرح زیادہ شادیاں کرنے سے آدمی کی نسل کثرت سے ہوتی ہے جو کہ نکاح کے اہم مقاصد سے ہے۔

شاہ ولی اللہ کے الفاظ اس ضمن میں ملاحظہ فرمایئے:

وأعظم المقاصد التناسل والرجل يكفي لتلقيح عدد كثير من النساء

"اور نکاح کے مقاصد میں سے سب سے بڑا مقصد نسل بڑھانا ہے 'اور ایک آدمی بہت زیادہ عورتوں کو بار آور کرنے کے لئے کافی ہے۔"

ایک مرد کئی عورتوں کو بارآور کر سکتا ہے۔ ڈاکٹر محمد آفتاب خاں لکھتے ہیں کہ "مرد کے مادہ منویہ میں کروڑوں زندہ حیوانی خلیئے، کرم منی ہوتے ہیں جن میں سے صرف ایک حیوانی خلیہ cell بیضے کے ساتھ ملتا ہے۔(80)

عورت کی مثال کھیت کی سی ہے، کھیت میں ایک وقت میں ایک ہی طرح کے بیج ڈالے جاسکتے ہیں جب کہ مرد کے پاس بیج ہیں جو ایک سے زیادہ کھیتوں میں ڈالے جاسکتے ہیں۔ بنابریں ہم یہ نتیجہ

---

(80) محمد آفتاب خان ڈاکٹر، قرآن حکیم اور علم الجنین، ادارۂ مطبوعات سلیمانی لاہور، ص ۵۵

نکال سکتے ہیں کہ بقولِ محمد حنیف ندوی: "عورت ایک آلہ تولید ہے جس کی کثرت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

تمدنی ضرورت

مرد اس قابل ہے کہ ایک سے زیادہ بیویوں کا بوجھ اٹھا سکے، یہ صرف اس کے ذاتی حوالے سے ہی نہیں بلکہ بسا اوقات تمدن کے وسیع تر مفاد کے لئے ضروری بھی ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اللہ نے اسی جانب رہنمائی فرمائی ہے کہ تعددِ ازواج کے جواز کو یتیموں اور بیوائوں کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جائے۔ سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳ میں اسی تمدنی افادیت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

اگر کسی کے اوپر جنگ مسلط کر دی جائے اور شہدا کی تعداد بڑھنے لگے تو یتیموں اور بیوائوں کی کفالت کے لئے تعددِ ازواج پر عمل ناگزیر ہو جاتا ہے اور مسلمان قوم میں تو جہاد قیامت تک جاری ہے، پھر اس جواز کی افادیت بھی قیامت تک جاری رہے گی۔ (ان شاء اللہ)

اس کے علاوہ اس جواز سے کتنے بڑے بڑے فائدے اٹھائے جا سکتے ہیں، اس کی صرف ایک مثال محمد حنیف ندوی تفسیر سراج البیان میں لکھتے ہیں:

"ملکی حالات بعض دفعہ مجبور کر دیتے ہیں کہ کثرتِ ازواج کی رسم کو جاری کیا جائے۔ جیسے یورپ میں جنگِ عظیم کے بعد، کیا ان حقائق کی روشنی میں کثرتِ ازدواج کی اجازت نہ دینا انسانیت پر بہت بڑا ظلم نہیں...؟

الغرض نسل انسانی کے بقا کے لئے ایسا کرنا بہت ضروری بھی ہو جاتا ہے۔

انقلابی تدبیر

اگر کسی تمدن میں قانون صرف ایک بیوی رکھنے کا ہو تو وہاں لازماً بے راہ روی پھیلے گی۔ دیارِ مغرب اس کی واضح مثالیں ہیں۔ جہاں کھلی شہوانیت کی حوصلہ افزائی ہے اور پابندئ یک زوجی بھی، وہاں پھر مرد دیگر عورتوں سے ناجائز تعلقات استوار کر رہے ہیں۔ وہ اقوام اخلاقی بد حالی کا شکار ہیں۔ کنواری ماؤں کی تعداد بہت زیادہ ہے اور اس کی نسبت (Ratio) دن بدن معاشرے میں بڑھ رہی ہے۔ ناجائز بچے کثرت سے ہو رہے ہیں۔ نسب نامے کم ہو رہے ہیں۔ خاندان مٹ رہے ہیں۔ مزید بر آں حرامی بچے لاوارث ہوتے ہیں جن کی ذمہ داری کوئی قبول نہیں کرتا۔ یہ ذمہ داری بھی ریاست کو اٹھانا پڑتی ہے۔ نتیجۃً ریاست کو دشواریوں کا سامنا ہے۔

آپ اندازہ لگائیں کہ کہ اگر کسی معاشرے میں ناجائز بچوں کی تعداد زیادہ ہو جائے جن کا کوئی وارث نہ ہو۔ جو شتر بے مہار کی طرح معاشرے میں زندگی گزاریں۔ ان کی اخلاقی تربیت کے لئے کسی باپ کی ذمہ داری نہ ہو، تو یہ بچے معاشرے کے جرائم کی نرسری بن جاتے ہیں اور یہ بڑے ہو کر چونکہ باضابطہ رشتہ داری کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہوتے لہٰذا جنسی اباحیت پھیلاتے ہیں۔ مغربی معاشرے میں اب یہ عام ہے۔ جہاں انہوں نے مادّی، سائنسی ترقی کی ہے، وہاں اخلاقی طور

پر ان کا دیوالیہ تقریباً نکل چکا ہے اور یہ پہلو ایسا ہے جس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہیں۔ اگر اہل مغرب نے بھی تعددِ ازواج کے قانون کو اپنایا ہوتا اور عورت کو چار دیواری میں رکھا ہوتا تو کم از کم اتنی خطرناک صورتحال نہ ہوتی۔

لیکن وہ تو اس کے برعکس یہ چاہتے ہیں کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تمہیں بھی لے ڈوبیں گے!" وہ اہل اسلام کو ورغلانے کی پوری کوشش کر رہے ہیں اور اپنی ترقی کے نام پر انہیں بھی اباحیت و عریانیت اپنانے کی پرزور دعوت دے رہے ہیں اور اب تو امداد بھی ایسی آزادی کے ساتھ مشروط کر رہے ہیں تاکہ ان میں بھی گند پھیلے اور یہ ہمارے مقابلے میں آنے کے قابل نہ رہیں کیونکہ اسلحہ کتنا ہی کیوں نہ ہو، اگر بندہ نفسانی خواہشات کا غلام ہو تو کبھی بھی غالب نہیں آسکتا۔ ایسی صورتحال کے تدارک کے لئے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اس کا بہترین حل تعددِ ازواج ہے۔ (81)

آخری گزارش

بندہ کی طرف سے تمام قارئین سے گزارش ہے کہ ایک مرتبہ شادی کی تقریبات کا از اول تا آخر جائزہ لیں کہ کہاں کہاں شرعی خرابیاں پائی جاتی ہیں، آپ کو ہزاروں خرابیاں نظر آئیں گی، ان خرابیوں سے نکلیں اور رسول اللہ ﷺ کے سنت طریقے کے مطابق اپنی شادی کو انجام دیں، اس

(81) نوید احمد شہزاد

کی برکت سے ان شاء اللہ گھر بھی آباد ہوں گے، بچے بھی فرمانبردار ہوں اور آپ دنیا ہی میں اپنی جنت بھی دیکھ لیں گے، اللہ تعالی ہمیں عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

محمد اکبر

متخصص واستاد جامعۃ الشیخ، بہادر آباد کراچی

12/9/2020ء بروز بدھ